”مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہِ وَالْجَہْلَ
فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ اَنْ یَدَعَ طَعَامَہُ وَشَرَابَہُ“۔

جو جھوٹ بولنا، اس پر عمل کرنا اور جہالت نہ چھوڑے
اللہ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

(صحیح البخاری)

جون - جولائی ۲۰۱۵ء / شعبان - رمضان ۱۴۳۶ھ

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

جون-جولائی ۲۰۱۵ء / شعبان-رمضان ۱۴۳۶ھ

سرپرست عبدالسلام سلفی

مدیر سعید احمد بستوی — نائب مدیر عبدالحکیم عبدالمعبود مدنی

مجلس ادارت

- محمد مقیم فیضی
- عبدالواحد انور یوسفی
- عبیداللہ سلفی
- عبدالمعید مدنی (مہتمہ)
- عبدالجبار سلفی
- ڈاکٹر عبدالمبین خان

بدل اشتراک......فی شمارہ: 15 روپے • سالانہ: 150 روپے

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو-ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

Office Subai Jamiat Ahlehadees Mumbai
14-15,Chunawala Compound, Opp.BEST Bus Depot,L.B.S. Marg,Kurla(w)Mumbai-70

email:ahlehadeesmumbai@hotmail.com فون:022-26520077 فیکس:022-26520066

نگارشات

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

حلقۂ قرآن

بدلے میں زندگی ہے

● ابوسلمان بستوی

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (البقرہ: ۱۷۸)

اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے، آزاد آزاد کے بدلے، غلام غلام کے بدلے، عورت عورت کے بدلے ہاں جس کسی کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے تو اسے بھلائی کی اتباع کرنی چاہئے اور آسانی کے ساتھ دیّت ادا کرنی چاہئے، تمہارے رب کی طرف سے یہ تخفیف اور رحمت ہے اس کے بعد بھی جو سرکشی کرے اسے دردناک عذاب ہوگا۔

تشریح: زمانۂ جاہلیت میں کوئی نظم وقانون تو تھا نہیں اس لئے زور آور قبیلے کمزور قبیلوں پر جس طرح چاہتے ظلم وجور کا ارتکاب کرلیتے، ایک ظلم کی شکل یہ تھی کہ کسی طاقت ور قبیلے کا کوئی مرد قتل ہوجاتا تو وہ صرف قاتل کو قتل کرنے کے بجائے قاتل کے قبیلے کے کئی مردوں کو بلکہ بسا اوقات پورے قبیلے کو تہس نہس کرنے کی کوشش کرتے اور عورت کے بدلے مرد کو اور غلام کے بدلے آزاد کو قتل کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فرق وامتیاز کو ختم کرتے ہوئے فرمایا کہ جو قاتل ہوگا قصاص (بدلے) میں اسی کو قتل کیا جائے گا قاتل آزاد ہے تو بدلے میں وہی آزاد، غلام ہے تو بدلے میں وہی غلام اور عورت ہے تو بدلے میں عورت ہی قتل کی جائے گی، نہ کہ غلام کی جگہ آزاد اور عورت کی جگہ مرد یا ایک مرد کے بدلے میں متعدد مرد، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مرد اگر عورت کو قتل کردے تو قصاص میں کوئی عورت قتل کی جائے گی یا عورت مرد کو قتل کردے تو کسی مرد کو قتل کیا جائے گا۔ بلکہ یہ الفاظ شانِ نزول کے اعتبار سے ہیں جس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ قصاص میں قاتل ہی کو قتل کیا جائے گا۔ چاہے مرد ہو یا عورت، طاقتور ہو یا کمزور۔ (سنن ابی داؤد: حدیث ۲۷۵۱) اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَكَافَاءُ دِمَاؤُهُم (تمام مسلمانوں کے خون (مرد ہو یا عورت) برابر ہیں) گویا آیت کا وہی مفہوم ہے جو قرآن کریم کی دوسری آیت: اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ (المائدۃ: ۴۵) جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے۔

جان کے بدلے جان عموم سے دو صورتیں خارج ہوں گی کہ کوئی مسلمان اگر کسی ذمّی کافر کو قتل کردے تو قصاص میں اس کافر کے بدلے مسلمان کو، اسی طرح غلام کے بدلے آزاد کو قتل نہیں کیا جائے گا ''لَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ'' (بخاری، حدیث ۶۹۱۵)

قصاص میں اپنے اور بیگانے کی کوئی قید نہیں ہے آشنا ہو یا نا آشنا، اپنا ہو یا پرایا، دوست ہو یا دشمن سب پر یکساں قصاص کا نفاذ ہونا چاہئے اس میں کس طرح کی جانبداری درست نہیں ہے اور یہ جو حد فاصل مقرر کیا ہے کہ شریف اور رذیل میں امتیاز ہو تو یہ بالکل لغو اور بے کار ہے۔ جانیں سبھوں کی برابر ہیں امیر، غریب، شریف، رذیل، عالم، جاہل، بوڑھا، جوان سب قصاص میں یکساں حیثیت رکھتے ہیں قصاص کے نفاذ کے خوف سے کوئی کسی کو قتل نہیں کریگا جانبین سے دونوں کی جانیں محفوظ رہیں گی اور قصاص کی وجہ سے قاتل ومقتول کے گروہ بھی قتل سے محفوظ ومطمئن رہیں گے۔

عرب جاہلیت میں قاتل اور غیر قاتل کا امتیاز ہی نہیں تھا جو سامنے آیا اسے قتل کر دیا اور اس کی وجہ سے مسلسل خون خرابہ، جانوں کا ضیاع واتلاف ہوتا تھا اس لئے جب خاص قاتل سے بدلہ لیا گیا تو تمام جانیں محفوظ ہو گئیں یہ ان کیلئے زندگی کا پیغام لایا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ قبیلۂ عطل سے کچھ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور مسلمان ہوئے تو انہوں نے مدینہ کی آب وہوا ناموافق پایا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا زکوٰۃ والے اونٹوں میں جارہیں اور ان کا پیشاب اور دودھ پئیں پس انہوں نے ایسا کیا تو وہ تندرست ہو گئے پھر وہ لوگ مرتد ہو گئے انہوں نے اونٹوں کے چرواہوں کو قتل کر دیا اور اونٹ ہانک کر لے گئے آپ نے ان کے پیچھے آدمی بھیجے پس لائے گئے وہ تو کاٹے ہاتھ ان کے اور پاؤں ان کے اور پھوڑیں آنکھیں ان کی پھر ان کو اسی حالت میں رہنے دیا حتیٰ کے وہ مر گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیریں، ایک روایت میں ہے کہ حکم فرمایا سلائی گرم کرنے کا پھر وہ ان کی آنکھوں میں پھیریں اور ڈال دیا ان کو پتھریلی زمین میں وہ پانی مانگتے تھے لیکن ان کو پانی نہیں دیا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ (متفق علیہ، قتل اہل الردۃ والسعاۃ بالفساد) اس حدیث سے معلوم ہوا کی حلال جانور کا پیشاب وگوبر پاک ہے۔ انہوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کے چرواہوں کو اسی طرح اندھا کر کے مارا تھا اسی لئے ان کو بھی یہی سزا دی گئی قطع طریق اور ڈاکہ مارنے والے کو بھی یہی سزا دی، جبلہ بن ایہم غسان کا بادشاہ طواف کعبہ میں مشغول تھا نیا نیا اسلام ہونے کی وجہ سے اس کے دماغ سے امیرانہ خود درنہ ہوئی تھی اس کے لمبے دوشالے کے کونہ پر بحالت طواف ایک غریب مسلمان کا پاؤں پڑ گیا جبلہ شاہانہ طنطنہ کے ساتھ اس کو اس زور کا تھپڑ مارا کہ اس کی ایک آنکھ جاتی رہی اس غریب مسلمان نے حضرت عمر فاروقؓ کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا حضرت عمر فاروقؓ نے جبلہ کو طلب کیا اور کہا تم نے اس غریب مسلمان کی آنکھ ضائع کی ہے قصاصاً تمہاری آنکھ بھی پھوڑی جائے گی اتنا سننا تھا کہ اس کے ہوش اڑ گئے اس نے امیر المومنین سے کہا ایک بدو کی آنکھ میری آنکھ کے برابر ہے؟ وہ ایک معمولی آدمی ہے اور میں ایک بادشاہ ہوں۔ امیر المومنین نے فرمایا اسلام میں امیر وغریب سب برابر ہیں جبلہ نے مہلت طلب کی اور بھاگ کر رومیوں کے علاقے میں چلا گیا وہاں جا کر نصرانی ہو گیا امیر المومنین نے مادی نقصانات کو برداشت کر لیا لیکن انصاف کے معاملہ میں کوئی رعایت نہیں برتی موجودہ زمانے میں اگر کسی نے کسی پر ظلم کیا تو اس کے ہمنوا اس کے سُر میں سُر ملا کر اس کو بے گناہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے اور باقاعدہ ایک محاذ بن جاتا ہے اور اس ظالم کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ (بقیہ صفحہ: ۱۹ر پر)

حلقۂ حدیث

ناپائیدار دنیا

● سعید احمد بستوی

عَنْ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال اخذ رسول اللہ ﷺ بمنکبی فقال کن فی الدنیا کأنک غریب أو عابر سبیل و کان ابن عمر یقول اذا امسیت فلا تنتظر الصباح واذا اصبحت فلا تنتظر المساء وخذ من صحتک لِمَرضکَ ومن حیاتک لموتک (بخاری، کتاب الرقاق: حدیث ۵۹۳۷)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے دونوں مونڈھے پکڑے اور فرمایا تو دنیا میں اس طرح زندگی کے دن گزار گویا کہ تو اجنبی ہے یا مسافر اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے تو شام کو صبح کا انتظار نہ کر اور صبح کو شام کا انتظار نہ کر تندرستی کی حالت میں (اللہ کی اطاعت اور نیکی کا اتنا ذخیرہ) جمع کرلے جس سے بیماری کے زمانہ کی کوتاہیوں کی تلافی ہوسکے اور اپنی زندگی میں نیکی کا اتنا سرمایہ فراہم کرلے جو مرنے کے بعد تیرے کام آئے غریب بمعنی غربت یعنی اجنبی جو اپنے وطن سے دور کسی غیر مانوس آبادی میں آکر رہے زبان معاشرت اور تعلقات کے لحاظ سے وہ نئے ماحول میں نہیں ڈھلتا یعنی تم بالکل دنیا میں ملوث نہ ہوجاؤ بلکہ اس دنیا میں بالکل اجنبیوں کی طرح زندگی گزر بسر کرو دنیاوی عیش وعشرت ناز ونعمت اس کی دلفریبی ودلربائی اور مسحور کن رعنائی تمہیں جکڑ نہ لے بلکہ اس طرح رہو جیسے کسی شاہراہ سے گذر رہے ہو جس طرح ایک اجنبی آدمی رہتا ہے اسی طرح زندگی گذارو مسافر جو ہوتا ہے وہ اپنے پاس اسباب وعلل نہیں رکھتا بلکہ اس کے پاس اتنا سامان ہوتا ہے کہ وہ اگر اپنے وطن مالوف جانا چاہے تو اپنا سامان اپنے بغل میں دبائے اور چلتا بنے۔

بغداد میں دو بھائی تھے جن کا نام قاضی اسحاق وقاضی اسمٰعیل تھا، دونوں عالم تھے محدث تھے قاضی اسحاق نے بغداد میں ۵۰ سال درسِ حدیث پڑھایا بہت سارے طلباء نے ان سے استفادہ کیا تقریباً پچاس سال انہوں نے درس حدیث دیا، آدھی صدی گذار دی جب ان کا انتقال ہوا تو جنازے میں بہت بڑا ہجوم تھا، شہر بغداد کے رہنے والے ایک شخص نے پوچھا یہ کس کا جنازہ ہے، کسی نے جواب دیا رجل غریب کان ھناک، یہ ایک پردیسی تھا جو یہاں رہتا تھا، یعنی وہ اپنے گاؤں سے آکر بغداد میں آباد ہوگیا، یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اگر کسی ریاست کا آدمی دوسری ریاست میں چلا جائے تو اس کو وہ ریاست تسلیم نہیں کرتی اور اگر کسی ضلع کا آدمی دوسرے ضلع میں چلا جائے تو اسے وہ ضلع اور اس کے لوگ قبول نہیں کرتے اسی طرح شہر بغداد کے اس شہری نے رجل غریب کان ھناک سے جواب دیا۔ کہ یہ ایک پردیسی تھا جو یہاں آکر آباد ہوگیا تھا ہمارے شہر بغداد کا نہیں تھا، پچاس سال کے بعد بھی اس شہر نے ان کو قبول نہیں کیا بلکہ مسافر کے مسافر ہی رہے یہی مثال اس فانی دنیا کی ہیکہ آپ اگر یہاں سو(۱۰۰) سال بھی رہیں تو آپ کو ایک دن رختِ سفر باندھنا ہے اس مسافرت کی زندگی کو خیرآباد کہنا ہے۔ رجل غریب

کان ھناک کے جملے جب ان کے بھائی قاضی اسماعیل نے سنا تو ان کو بہت حیرانی ہوئی دوسرے دن صبح انہوں نے اپنا بوریہ بستر باندھا اور وہاں سے چلنے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے ان سے کہا اب آپ یہاں درس دیں اور یہیں رہیں تو انہوں نے کہا میرے بھائی نے پچاس سال خدمت کی اور مسافر کا مسافر ہی رہا اس سے بہتر ہے کہ میں اپنے وطن مالوف لوٹ جاؤں۔

محترم قارئین کرام! یہی دنیا کی بے ثباتی ہے آپ کتنے دن گذاریں مگر آپ کو ایک دن یہاں سے جانا ہی پڑے گا یہ ایک ہمہ گیر قانون ہے زندگی کی گاڑی انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ رواں دواں ہے۔ انسان کشاں کشاں موت کے قریب جا رہا ہے اور ایک دن فنا کے گھاٹ اتر جائے گا اور اس کو یہ بھی نہیں معلوم کہ ہمیں کہاں وفات آئے گی۔ اس لئے قافلۂ انسانیت کے ہر مسافر کو پابہ رکاب رہنا چاہئے نہ جانے کب حکم آئے اور انسان اس جہانِ فانی سے کوچ کر جائے۔

"عن شداد بن أوس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: " الكيس من دان نفسه، وعمل لما بعد الموت، والعاجز من اتبع نفسه وتمنى على الله الأماني " (ترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ)

عقلمند وہ ہے جو اپنے آپ کا محاسبہ کرے اور وہ عمل کرے جو اس کے مرنے کے بعد کام آئے اور احمق انسان وہ ہے جو خواہشات کا غلام بن جائے اور اللہ سے بڑی بڑی امیدیں وابستہ رکھے۔

آج انسان دوسروں کے محاسبے میں چاق و چوبند رہتا ہے اور اپنے عمل سے بے خبر آخرت کے احتساب سے پہلے اپنا محاسبہ کرلو اور اللہ کی عدالت میں سب سے بڑی پیشی کی تیاری کرلو جس نے دنیا میں اپنے نفس کا حساب کیا قیامت کے دن اس سے محاسبہ میں نرمی برتی جائے گی۔

اس سے بڑا عقلمند کون ہوسکتا ہے جو دنیا کی چند روزہ زندگی میں اللہ کے احکام کی پیروی کر کے اپنی آخرت کا سودا کرلے اور ابدی زندگی کی لازوال نعمتوں اور راحتوں سے اپنے دامن مراد کو بھرلے اور احمق جو خواہش نفس کی غلامی کا قلادہ گردن میں پہن لے اور خوش فہمیوں میں مبتلا رہے۔

اے لوگو! تم اس جہانِ فانی کو چھوڑ کر ایک ایسے مکان کی طرف منتقل ہونے والے ہو جہاں خزاں و زوال کا گزر نہیں پوری نسل انسانی آخرت کے لافانی دنیا میں منتقل ہونے والی ہے وہاں صرف اور صرف نیکیاں ہی کام آئیں گی......

☆☆☆

ہر بدعت جاہلیت ہے:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "أبغض الناس إلى الله ثلاثة: ملحدفي الحرم، ومبتغ في الاسلام سنة الجاهلية، ومطلب دم امرى بغيرحق ليهريق دمه" (رواہ بخاری)

لوگوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ اللہ کے نزدیک تین لوگ ہیں: پہلا شخص حرم میں الحاد کرنے والا، دوسرا اسلام میں جاہلی طریقے کو چاہنے والا اور تیسرا شخص کسی آدمی کے ناحق خون کو ڈھونڈنے والا تاکہ اس کے خون کو بہائے۔

اداریہ

عصبیت زدہ سیاست

● سعید احمد بستوی

آج جبکہ ملک میں بعض ناعاقبت اندیش یہ کوشش کر رہے ہیں کہ لسانی اور علاقائی اختلافات کو ہوا دے کر ملک کی سالمیت اور قومی یک جہتی پر ضرب لگائی جائے۔ زبان، ذات پات، رنگ ونسل کی بنیاد پر انسان انسان میں فرق کیا جائے۔ کہیں آر ایس ایس سربراہ موہن بھاگوت تو کہیں وشوا ہندو پریشد کے چیف اشوک سنگھل کہیں بی جے پی کے لیڈر وایم پی یوگی آدتیہ ناتھ تو کہیں گری راج کشور، کہیں ساکشی مہاراج تو کہیں مینکا گاندھی نے فرقہ پرستی میں ڈوبے بیانات دئے ہیں۔

یہ سیکولر ملک کے تانے بانے بکھیرنے اور سبوتاژ کرنے کی بات ہے یہ بیانات صرف عصبیت ہی کی بنیاد پر دیئے جارہے ہیں تاکہ ہندو مسلم اتحاد ٹوٹ جائے اور ملک میں افراتفری وحشت ودہشت کا ماحول گرم ہوجائے اپنے ہی ہموطنوں سے باہم دست وگریباں ہوجائیں۔ مسلمانوں میں خوف وہراس پیدا کیا جائے اور فسطائی لوگوں کو ابھارا جائے اور حکومت خاموش تماشائی بنی رہے اکثریتی لوگ اقلیتوں کے مفادات کو نظرانداز کردیں اور ان پر ظلم کریں تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ ہر ملک میں اقلیتیں مصیبتوں میں رہتی ہیں۔ لیکن اکثریت کے مقابلہ میں جدوجہد کرتی رہی ہیں اور اکثر اپنے مبنی بدانصاف اور معقول حقوق حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہوتی ہیں۔ لیکن ان لوگوں کے بیانات کو یہ کہہ کر نہیں ٹالا جاسکتا کہ یہ سب بے اصل باتیں ہیں چاہئے کہ ان پر سنجیدگی سے غور کیا جائے اور ان کا مداوا کیا جائے ورنہ ہندوستان کا اتحاد پارہ پارہ ہوجائے گا اور ملک کمزور سے کمزور ہوتا چلا جائے گا۔ ہمارے ملک ہندوستان کے مجاہدِ آزادی، جمہوریہ ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم مولانا ابوالکلام آزادؒ تھے ان کی شخصیت انسان دوستی کا سبق دیتی تھی رنگ ونسل یا قوم و وطن کی چہار دیواری میں محدود نہیں تھی ان کی انسانیت نوازی کا دائرہ بہت وسیع تھا، مولانا آزادؒ اتحاد و یک جہتی کے علمبردار تھے وہ پکے وطن پرست تھے (بقول گاندھی جی: مولانا آزاد کی دیش بھگتی اس طرح پختہ ہے جس طرح اسلام میں ان کا عقیدہ) خطبات آزاد سے چند اقتباسات ہندو مسلم اتحاد پر درج ذیل ہیں: مولانا آزادؒ خطبۂ آگرہ میں فرماتے ہیں: ہندوستان کے لئے، ہندوستان کی آزادی کے لئے صداقت وحق پرستی کے بہترین فرائض ادا کرنے کے لئے ہندوستان کے ہندو مسلمان کا اتفاق اور ان کی یک جہتی ضروری ہے۔ ۱۹۲۳ء کے اجلاس کانگریس میں انہوں نے ہندوستان میں باہمی اتحاد کے متعلق اپنے خیالات کا اس طرح اظہار فرمایا: آج ایک فرشتہ آسمان کی بدلیوں سے اتر کر آئے اور قطب مینار پر کھڑے ہوکر یہ اعلان کرے کہ سوراج چوبیس گھنٹے کے اندر مل سکتا ہے بشرطیکہ ہندوستانی ہندو۔مسلم اتحاد سے دستبردار ہوجائیں تو میں سوراج سے دستبردار ہوجاؤں گا مگر ہندو۔مسلم اتحاد سے دستبردار نہ ہوں گا کیونکہ اگر سوراج ملنے میں تاخیر ہوئی تو یہ ہندوستان کا نقصان ہوگا لیکن اگر ہمارا اتحاد جاتا رہا تو یہ عالمِ انسانیت کا نقصان ہوگا۔

مولانا آزاد نے ۱۹۴۰ء میں رام گڑھ اجلاس کے خطبۂ صدارت میں اس امر کو واضح کیا کہ مسلمان ہندوستانی قومیت کا جزو لاینفک ہیں، اور اسلامی شعار اور متحدہ قومیت کو خدا واسطے کا بیر نہیں ہے، مولانا آزادؒ نے فرمایا میں مسلمان ہوں اور فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں، کہ مسلمان ہوں اسلام کی تیرہ سو برس کی شاندار روایتیں میرے ورثے میں آئی ہیں میں تیار نہیں کہ اس کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی ضائع ہونے دوں۔ اسلام کی تعلیم، اسلام کی تاریخ، اسلام کے علوم وفنون، اسلام کی تہذیب، میری دولت کا سرمایہ ہے۔ اور میرا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کروں بحیثیت مسلمان ہونے کے میں مذہبی اور کلچرل دائرے میں ایک خاص ہستی رکھتا ہوں اور میں برداشت نہیں کرسکتا کہ اس میں کوئی مداخلت کرے، لیکن ان تمام احساسات کے ساتھ میں ایک اور احساس بھی رکھتا ہوں، اسلام کی روح مجھے اس سے نہیں روکتی وہ اس راہ میں میری رہنمائی کرتی ہے میں فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ میں ہندوستانی ہوں میں ہندوستان کی ایک اور ناقابل تقسیم متحدہ قومیت کا اہم عنصر ہوں، میں اس متحدہ قومیت کا ایک اہم عنصر ہوں جس کے بغیر اس کی عظمت کا ہیکل ادھورا رہ جاتا ہے۔ میں اس کی تکوین کا ایک ناگزیر عامل ہوں میں اپنے اس دعوے سے کبھی دست بردار نہیں ہوسکتا۔ (تاریخ تحریک آزادی ہند صفحہ ۳۸۷)

موجودہ تناظر میں ایک محب وطن مسلمان کا یہی موقف ہونا چاہئے اور اسے بغیر کسی جھجک کے خود اعتمادی کی ساتھ اسی کا اعلان کرنا چاہئے، مسلمانوں کے علاوہ دوسری مذہبی اقلیتوں کو بھی اسی موقف کو بہ اصرار پیش کرنا چاہئے اور ہندو اکثریت کو اس حقیقی جذبہ اور اس تاریخی صداقت کو تسلیم کرکے ہندوستان کے اتحاد کو مستحکم بنانا چاہئے، بھلائی اسی میں ہے کہ کسی اور جانب دیکھنے کے بجائے یہ دیکھیں کہ اس ملک میں جمہوریت سیکولرزم اور سوشلزم کی حامی کون سی طاقتیں ہیں ان طاقتوں کے ساتھ اس میدان کارزار میں ہمت کے ساتھ کود پڑیں جہاں جمہوریت اور سیکولرزم کے لئے جنگ لڑی جارہی ہے، اس سے متحدہ قومیت کے تصور کو تقویت ملے گی اور ملک کی بھلائی کی ساتھ خود ان کی بھلائی ہوگی علیحدگی پسندی کا رجحان چھوڑنا پڑے گا ملک اور قوم کی نیک نامی کے لئے ان تمام قوتوں سے نبرد آزما ہونا ہے۔ جو ملک کو تباہی و بربادی کی طرف لے جارہی ہیں۔

بدقسمتی سے غلامی کے دور میں بیرونی اقتدار نے ہندوؤں اور مسلمانوں میں جان بوجھ کر جو غلط فہمی پیدا کی اور اس کے لئے تاریخ کو مسخ کرڈالا، پھر ہندوؤں اور مسلمانوں میں بھی ایسے ظلمت پسند افراد کی کمی نہیں رہی جنہوں نے زبان اور کلچر کے نام پر ایسی کتابیں ایسے مضامین لکھے جن سے رومانوی اور احیائی طرز فکر کو تقویت ملی۔ اور اس کے لئے انہوں نے محب وطن کا دعویٰ کے باوجود خود اپنی تاریخ کو غلط رنگ میں پیش کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ خلیج بڑھ گئی اور آج بھی زبان اور کلچر کے نام پر ہنگامہ برپا ہے، درس گاہوں میں جو تاریخ پڑھائی جاتی ہے وہ عام طور پر جانب داری کے ساتھ لکھی جاتی ہے۔ اسکولوں میں نصاب کی جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں ان میں غلط تاریخی واقعات کچھ اس انداز سے ترتیب دیئے اور بیان کئے جاتے ہیں کہ طالب علموں کے خام ذہنوں میں مسلمانوں کی طرف سے بدگمانی پیدا ہوتی ہے اور یہ تاثر مرتب ہوتا ہے کہ ہندوستان میں تہذیبی رنگارنگی کی قسم کی کوئی چیز نہیں مسلمان اس بات کو کبھی پسند نہیں کرے گا اور نہ مسلمان اس مقصد سے قیامت تک متفق ہوسکتے ہیں کہ ہندوستان سے

مسلم تعلیم، مسلم کلچر، مسلم تہذیب اور مسلم خصائص کے امتیازی اوصاف فنا ہوجائیں۔

اسی مقالہ میں ایک دوسری جگہ انہوں نے بتلایا ہے کہ ہندو اور مسلمانوں کی سو سال سے ایک ہی تاریخ ہے جس میں زندگی کا ہر گوشہ اور ہر شعبہ باہمی لین دین سے متاثر ہوتا رہا یعنی زبان شاعری، آداب، طرز رہائش، دلچسپیاں، لباس، مراسم، روزمرہ کی زندگی اور دوسرے امور وہ صحیح طور پر اصرار کرتے ہیں، یہ مشترکہ وراثت ہماری متحدہ قومیت کا بیش بہا خزانہ ہے ہم اس دولت سے دستبردار ہوکر اس عہد میں واپس جانا نہیں چاہتے جو زندگی میں باہمی مشترک حصہ داری سے قبل تھا۔ اگر ہندوؤں میں ایسے دماغ موجود ہوں جو ان طریقوں کو ازسرِ نو رائج کرنا چاہتے ہیں جو ایک ہزار سال قبل تھا تو انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ ایک ایسا خواب دیکھ رہے ہیں جو کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر مسلمانوں میں ایسے دماغ ہیں جو اس کلچر اور اس سماجی زندگی کو پھر زندہ کرنا چاہتے ہیں جو وہ ایک ہزار سال قبل ایران اور وسط ایشیاء سے لائے تھے تو میں ان سے کہتا ہوں کہ جس قدر جلد ہو اس خواب سے بیدار ہوجائیں اسی قدر اچھا ہوگا کیونکہ یہ خیال قطعی غیر فطری ہے اور ایسے خیالات حقیقت کی زمین میں نمو نہیں پاسکتے۔ (تاریخ تحریک آزادی ہند صفحہ ۳۸۷)

نظریۂ پاکستان کے متعلق مولانا آزاد اپنے خیالات کا اظہار ۱۹۴۶ء میں ظاہر کئے تھے: میں صاف کہنا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی اصطلاح ہی سے میرا ضمیر بغاوت کرتا ہے اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ دنیا کے کچھ حصے پاک اور کچھ ناپاک ہیں دنیا کے خطوں کی پاک وناپاک کی بنیاد پر تقسیم غیر اسلامی ہے اور روح اسلام کے منافی ہے اسلام ایسی تقسیم قبول نہیں کرتا، گری راج کشور جیسے بے لگام لوگوں کیلئے یہ بیان ایک تازیانہ ہے۔

مسلمانوں کو صاف طور سے چلا کر اور پکار کر یہ اعلان کردینا چاہئے اور اس اعلان کو ہر در و دیوار پر نقش کردینا چاہئے کہ وہ ہندومت میں جذب ہونے کیلئے ایک لمحے کے واسطے بھی تیار نہیں، بحیثیت مسلمان کے ان کی جو قومی خصوصیات ہیں اس کو نہ صرف وہ باقی رکھیں گے بلکہ ترقی بھی دیں گے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے جو جمہوری حقوق ہیں وہ انہیں ملنے چاہئیں۔

اندکے با تو بگفتم و بدل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

☆☆☆

اپیل

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ایک دعوتی، تربیتی، اصلاحی اور رفاہی مشن ہے اور دنیا میں امن وسلامتی کی مناد ہے۔

اسلام کی خالص دعوت پیش کرنا اس کا امتیاز ہے۔

دین کا صحیح تعارف، تعلیم وتربیت، دعوت واصلاح اور رفاہی سرگرمیوں کے ذریعے انسانیت کی خدمت اس کا مطلب ہے۔

ان عظیم مقاصد اور منصوبوں کی تکمیل کی جانب بحمد اللہ جمعیت رواں دواں ہے اور اللہ تعالیٰ سے مدد اور توفیق کی طالب ہے۔

تمام احباب جماعت کا فریضہ ہے کہ اس ماہِ مبارک میں صوبائی جمعیت کا بھرپور تعاون کریں تاکہ جمعیت اپنی ذمے داریوں سے بخوبی عہدہ برآ ہوسکے۔ اللہ تعالیٰ اس ماہِ مبارک کی ہماری کوششوں کو قبول فرمائے۔ آمین

[۵]

عزیمت واستقامت

استقامت: فضائل اور رکاوٹیں

● ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

۷۔ اللہ کی ولایت (دوستی) اور اس کی خاص معیت (ساتھ):

اسی طرح اہل استقامت کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں دوست رکھتا ہے ان کی حمایت اور ان کا دفاع کرتا ہے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا} [الحج:۳۸]۔

بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ مومنوں کا دفاع کرتا ہے۔

یہ اللہ کا اپنے مومن بندوں کے لئے وعدہ اور بشارت ہے۔

اور بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان مومنوں کا دفاع کرتا ہے جو اپنے ایمان پر ثابت قدم رہیں، نہ کہ ان کا جو کوتاہ عمل، لاپروا اور گناہ ومعاصی، منکرات، حرام امور اور غضب الٰہی کے دیگر اسباب کے مرتکب ہوں۔

چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے اولیاء سے محبت کرتا ہے، صالح اور اپنے دین پر قائم بندوں کا دفاع کرتا ہے، ان کے آفات و بلیات کے لئے کافی ہوتا ہے اور ان کی مصیبتوں میں کمی کرتا ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ} [الزمر:۳۶]۔

کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟

لیکن ہر بندہ کے لئے نہیں!! بلکہ اس بندے کے لئے جو اللہ کے دین پر ثابت قدم ہو۔

حدیث قدسی میں وارد ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"من عادى لي ولياً فقد آذنته بالحرب" (اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے)۔

جس نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی، میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔

اور اللہ عزوجل کے سچے اولیاء وہ ہیں جن کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے:

{أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾}

[یونس:۶۲، ۶۳]۔

یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کا تقویٰ اپناتے ہیں۔

لہٰذا ہر مومن ومتقی شخص اللہ کا ولی ہے، اور اسے خوش ہوجانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کا دفاع کرے گا، اس کے لئے کافی ہوگا، اور اس کے دشمنوں کے مقابل اس کی حمایت کا ذمہ دار ہوگا، نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے ساتھ ہو کر اس کی نصرت وتائید کرے گا اور اس کے گفتار وکردار کی اصلاح فرمائے گا (دیکھئے: شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ص۳۵۷)۔

اور یہ اہل استقامت کے لئے اللہ کی خاص معیت (ساتھ) ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ۝۱۲۸﴾[النحل:۱۲۸]۔

بے شک اللہ تعالیٰ متقیوں اور نیک کاروں کے ساتھ ہے۔

اور عام معیت (ساتھ) کے سلسلہ میں اللہ عزوجل یوں ارشاد ہے:﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۝۴﴾[الحدید:۴]۔

تم جہاں بھی رہو اللہ تمہارے ساتھ ہے‘ اور اللہ تمہاری ساری حرکتوں کو دیکھ رہا ہے۔

چنانچہ اللہ عزوجل عمومی طور پر ہر ایک کے ساتھ ہے‘ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں‘ اور اپنے اولیاء‘ متقی‘ نیک کار اور دین پر ثابت قدم بندوں کے ساتھ‘ اپنی نصرت‘ تائید‘ حمایت اور اصلاح حال کے ساتھ ہے (دیکھئے: شرح العقیدۃ الواسطیۃ‘ از شیخ محمد العثیمین رحمہ اللہ: ۱/ ۴۰۰)۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کے اسوہ اور نقش قدم پر چلنے والا بھی اللہ عزوجل کی خاص معیت سے سرفراز ہوتا ہے‘ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ﴾[التوبۃ:۴۰] جب وہ اپنے یار سے کہہ رہے تھے‘ غم نہ کرو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

جیسا کہ امام ابن تیمیہ اور امام ابن القیم رحمہما اللہ نے فرمایا ہے۔

اور حدیث قدسی میں وارد ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

”ولا يزال عبدي يتقرب إلي بالنوافل حتى أحبه، فإذا أحببته كنت سمعه الذي يسمع به، وبصره الذي يبصر به، ويده التي يبطش بها، ورجله التي يمشي بها، وإن سألني لأعطينه، ولئن استعاذني لأعيذنه۔۔۔“ الحدیث (اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے)۔

اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں‘ اور جب اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے‘ اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے‘ اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے‘ اس کا پیر ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے مانگے گا تو میں اسے ضرور عطا کروں گا‘ اور اگر وہ مجھ سے پناہ چاہے گا تو میں اسے ضرور پناہ دوں گا۔۔۔

لہٰذا اللہ کے دین پر ثابت قدم کو مبارک ہو کہ وہ وہی دیکھتا‘ سنتا‘ اور کرتا ہے جو اللہ کو پسند ہے‘ اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے اس کی اصلاح فرماتا ہے‘ حمایت کرتا ہے‘ آگے پیچھے سے اس کی حفاظت کرتا ہے! اس سے زیادہ باعزت اور سعادت مند زندگی اور کیا ہو سکتی ہے؟؟

دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل وکرم سے اپنے اہل استقامت بندوں اور متقی دوستوں میں شامل فرمائے۔۔۔

۸۔ روزی میں آسانی اور مال وعمر میں برکت:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّاۗءً غَدَقًا۝۱۶ۙ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ﴾ [الجن:۱۶،۱۷]۔

اور یہ کہ اگر لوگ راہ راست پر قائم رہتے تو یقیناً ہم انہیں بہت وافر پانی پلاتے۔ تاکہ ہم اس میں انہیں آزمالیں۔

نیز ارشاد ہے:﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ

وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴿۹۶﴾} [الاعراف:۹۶]۔

اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے، لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے انہیں ان کے اعمال کی وجہ سے پکڑ لیا۔

یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اہل استقامت کے لئے بلامحنت و مشقت اور بلا دشواری و پیشانی فراواں روزی اور خوشحال زندگی کا وعدہ اور بشارت ہے۔

یہ بشارت اللہ عزوجل کے اس فرمان میں وارد ہے:

{وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴿۲﴾ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ} [الطلاق:۲،۳]۔

جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے اللہ اس کے لئے سبیل نکال دے گا۔ اور اسے ایسی جگہ سے روزی دے گا جس کا اسے گمان بھی نہیں۔

نیز ارشاد ہے:

{وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا﴿۴﴾} [الطلاق:۴]۔

جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے اللہ اس کے معاملے میں آسانی پیدا کر دے گا۔

لہٰذا اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے والا ہی اللہ کے دین پر ثابت قدم ہے۔

آیئے میں ہر محتاج، قرض دار، بے روزگار جو کسی سروس وغیرہ کی تلاش میں ہو، کو ایک دورہ کی دعوت دینا چاہتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ایک مفت دورہ ہے جو ان شاء اللہ آپ کے مسائل، روزی اور مال وعمر میں برکت کی آسانی کا ضامن ہے: اور یہ ہے اللہ کے دین پر استقامت اور ثابت قدمی کا دورہ، اللہ کے دین پر جم جایئے، اس دین کی پابندی کیجئے، اللہ کے لئے اپنے آپ کو سچا ثابت کیجئے، اور اس کی طرف سچ مچ آمادہ ہو کر بتلایئے، پھر اس کا نتیجہ دیکھئے، یقینا اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

کیونکہ گناہ ومعاصی روزی سے محرومی اور مال وعمر میں برکت کے فقدان کا ایک اہم سبب ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ﴿۳۰﴾} [الشوریٰ:۳۰]

تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے، اور وہ تو بہت سی باتوں سے درگزر فرما دیتا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

{ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴿۴۱﴾} [الروم:۴۱]۔

خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے سبب فساد پھیل گیا اس لئے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھا دے، ممکن ہے کہ وہ باز آ جائیں۔

اور نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"إن العبد ليحرم الرزق بالذنب يصيبه" (اسے امام ابن ماجہ نے: ۴۰۲۲، اور امام حاکم نے: ۱/ ۴۹۳، روایت کیا ہے)۔

بے شک بندہ گناہ کے ارتکاب کے سبب بھی روزی سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ (جاری)

نقوش راہ

پیچیدہ مسائل میں رہنمائی کا حقدار کون؟

● محمد مقیم فیضی

مسند احمد میں امام زہری رحمہ اللہ کے واسطے سے روایت ہے کہ حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آیت: إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿١٥٨﴾ [البقرۃ:۱۵۸]

صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں، اس لئے بیت اللہ کا حج وعمرہ کرنے والے پر ان کا طواف کر لینے میں بھی کوئی گناہ نہیں اپنی خوشی سے بھلائی کرنے والوں کا اللہ قدر دان ہے اور انہیں خوب جاننے والا ہے۔

سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طواف نہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں تو انہوں نے فرمایا کہ بھتیجے تم نے بہت غلط سمجھا ہے اگر مقصود یہی ہوتا جو تم سمجھ رہے ہو تو آیت میں (أَن لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا) ہوتا، سنو آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ مشلل نامی جگہ کے پاس مناۃ بت تھا، اسلام سے پہلے انصار اسے پوجتے تھے اور جو اس کے نام لبیک پکار لیتا وہ صفا مروہ کے طواف میں حرج سمجھتا تھا۔ اب اسلام لانے کے بعد انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اپنا قصہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہم لوگ جاہلیت کے زمانے میں صفا مروہ کی سعی میں حرج محسوس کیا کرتے تھے۔ (اب کیا کریں؟) تو یہ آیت اتری کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا مروہ کا طواف کر کے اسے مسنون کر دیا اور اب کسی کے لئے یہ اختیار باقی نہیں رہا کہ وہ اسے ترک کر دے۔ (بخاری ومسلم نے اس کی تخریج صحیحین میں کی ہے، دیکھیے تفسیر ابن کثیر سورۃ بقرۃ، آیت نمبر ۱۵۸)۔

قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت عروہ خالصا عربی ہیں حواری رسول زبیر بن العوام اور ذات النطاقین اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے بیٹے ہیں، ان کی پرورش صحابہ کے درمیان ہوئی مگر ایک آیت کے نزول کا پس منظر نہ جاننے اور سنت رسول سے توجہ ہٹ جانے کی وجہ سے فہم آیت میں سخت ٹھوکر کھائی اور حضرت عائشہ صدیقہؓ جیسی یگانہ روزگار عالمہ کے میسر آنے کی وجہ سے ان کی اصلاح ہوئی۔

ابو عمران اسلم بن یزید بیان فرماتے ہیں کہ غزوۂ قسطنطنیہ کے موقع پر مہاجرین میں سے ایک شخص نے حملہ کیا اور دشمن کی صفوں کو چیرتا چلا گیا، اس جنگ میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ ہمارے ساتھ تھے اس شخص کی اس حرکت پر تبصرہ کرتے ہوئے لوگوں نے کہا کہ اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا (یعنی آیت سے استدلال کرتے ہوئے اس کا ایک ٹکڑا پیش کیا کہ (ألقی بیدہ إلی التھلکۃ) یہ سن کر حضرت ابو ایوبؓ نے فرمایا

اس آیت کے بارے میں ہم زیادہ جانتے ہیں، یہ آیت ہمارے ہی بارے نازل ہوئی ہے، ہم نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی، ان کے ساتھ جنگوں میں شریک ہوئے اور ان کی مدد کی۔ پھر جب اسلام لوگوں کے درمیان پھیل گیا اور اسے غلبہ حاصل ہوگیا تو ہم انصاری لوگ ایک جگہ جمع ہوئے اور چپکے چپکے یہ مشورہ کرنے لگے کہ اللہ تعالی نے ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے نوازا اور ان کی مدد کی توفیق دی یہاں تک کہ اسلام خوب پھیل گیا اور اس کے ماننے والوں کی تعداد بھی بڑھ چکی ہے، اب تک صورت حال یہ رہی ہے کہ ہم نے انہیں اپنے اہل وعیال اور مال وجائداد سب پر ترجیح دی ہے، مگر اب تو جنگ ختم ہو چکی ہے اس لئے اب ہمیں اپنے اہل وعیال پر توجہ دینی چاہیے اور ان کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہیئے لہٰذا اسی وقت یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی کہ (وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚ وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴿۱۹۵﴾)[البقرة:195]۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور سلوک و احسان کرو، اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

لہٰذا واضح ہوا کہ ہلاکت اہل و مال میں مشغول ہوکر جہاد کو ترک کردینے میں ہے (ابوداود، ترمذی، نسائی فی الکبری دیکھیئے الصحیحۃ للالبانی ۱۳) اس واقعہ میں بھی آیت سے استدلال کرنے والے عرب تھے اور صحابہ وتابعین کے معاشرے کے لوگ تھے مگر ان کا استدلال بے محل تھا اور انہوں نے آیت کی فہم میں غلطی کی تھی جس کی تصحیح صحابی رسول کے ذریعہ عمل میں آئی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک بار لوگوں سے خطاب کیا تو اپنے خطاب کی ابتدا حمد وثناء سے فرمائی اس کے بعد کہا کہ حضرات! آپ لوگ اس آیت: (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴿۱۰۵﴾)[المائدۃ:105]۔

اے ایمان والوں! اپنی فکر کرو، جب تم راہ راست پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں، اللہ ہی کے پاس تم سب کو جانا ہے پھر وہ تم کو بتلا دے گا جو کچھ تم سب کرتے تھے۔

کو پڑھتے ہو اور اسے صحیح مقام پر نہیں رکھتے ہو (یعنی اس کا مطلب غلط لیتے ہو) اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب لوگ منکر کو دیکھیں اور اسے دور نہ کریں تو اللہ تعالی سارے لوگوں کو سزا دے گا۔ (ابن ماجہ، احمد، ابن حبان اور الفاظ امام احمد کے ہیں۔ دیکھیئے صحیح الجامع للالبانی ۳۷۳۷)

مذکورہ واقعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس آیت سے استدلال میں خطا عام تھی جبکہ یہ معاشرہ صحابہ وتابعین اور علماء کا تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حروریہ نے خروج کیا تو وہ سب ایک محلہ میں الگ تھلگ جا بسے، ان کی تعداد چھ ہزار تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج وبغاوت پر وہ سب متفق ہو چکے تھے، لہٰذا کوئی نہ کوئی ان کے پاس آکر یہ کہتا رہتا کہ امیر المؤمنین یہ لوگ آپ کے خلاف خروج کرنے ہی والے ہیں اور وہ فرماتے کہ جانے دو، میں اس وقت تک ان سے جنگ نہیں کروں گا جب تک وہ خود مجھ سے جنگ نہ چھیڑ دیں، پھر ایک دن ایسا ہوا کہ میں صلاۃ ظہر سے پہلے ان کے پاس آیا اور

میں نے حضرت علی سے عرض کیا کہ امیر المؤمنین ! نماز ٹھنڈی کرکے پڑھیں تا کہ میں ان لوگوں سے بات کرلوں، انہوں نے فرمایا کہ مجھے تمہارے متعلق ان سے خطرہ محسوس ہوتا ہے، میں نے کہا: نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں، دراصل میں ایک اچھے اخلاق والا آدمی تھا کسی کو تکلیف نہیں دیتا تھا، چنانچہ انہوں نے مجھے اجازت دے دی، پھر میں نے ایک خوبصورت یمنی جبہ زیب تن کیا، کنگھا کیا، پھر میں دوپہر کے وقت ایک گھر میں ان کے پاس گیا اور وہ لوگ اس وقت کھانا کھا رہے تھے، میں ایک ایسی جماعت کے پاس جا پہنچا تھا جن سے زیادہ جفاکش میں نے اور کسی نہیں پایا۔ سجدوں سے ان کی پیشانی زخمی زخمی لگ رہی تھیں، ان کے ہاتھ اونٹوں کے گھٹنوں کی طرح ہو چکے تھے، ان کے اوپر دھلی ہوئی قمیصیں تھیں، آستینیں چڑھی ہوئی تھیں اور ان کے چہروں کا رنگ اڑا ہوا سا تھا، میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے کہا: ابن عباس خوش آمدید! یہ حلہ آپ پر کیسے نظر آرہا ہے؟ میں نے کہا اس میں تمہیں کیا عیب نظر آتا ہے؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمدہ ترین یمنی کپڑوں میں دیکھا ہے، پھر میں نے یہ آیت پڑھی: (قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ)[الاعراف: 32]۔

انہوں نے کہا: خیر یہ بتایئے کہ آپ کی آمد کا مقصد کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میں تمہاری طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور داماد کے پاس سے آیا ہوں، اور قرآن انہی لوگوں پر نازل ہوا تھا، اس لئے وہ اس کے مطالب کو تم سے زیادہ سمجھنے والے تھے، جبکہ تمہارے درمیان ان میں سے کوئی بھی نہیں ہے، اور میں اس لئے آیا ہوں تاکہ ان کی باتیں تم تک اور تمہاری باتیں ان تک پہنچا دوں۔

ان میں سے ایک گروہ نے کہا: قریش سے بحث نہ کرو؛ کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے: (بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ) [الزخرف:58]۔

پھر کچھ لوگ مجھ سے دور چلے گئے، اور دو یا تین نے کہا کہ ہم ان سے ضرور بات کریں گے، میں نے کہا: لاؤ پیش کرو کہ تم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور چچازاد بھائی کے خلاف کیوں ہوگئے ہو؟

انہوں نے کہا کہ اس کی تین وجوہات ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ کیا ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ایک تو یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے امر میں لوگوں کو فیصل بنایا جبکہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ (اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ) (الانعام:۵۷)

میں نے کہا: چلو یہ ایک ہوئی، انہوں کہا کہ دوسری یہ ہے کہ انہوں نے قتال تو کیا مگر نہ تو قیدی بنایا نہ مال غنیمت لیا، اگر وہ کافر تھے تو انہیں قید کرنا بھی حلال تھا اور اگر مومن تھے تو نہ ان کا قید کرنا حلال ہوا نہ ان سے قتال کرنا، مسلمانوں میں سے باغی جماعتوں کا یہی حکم ہے کہ نہ تو ان کی عورتوں کو قیدی بنایا جائے گا، نہ ان کی فے تقسیم کی جائے گی، نہ ان کے زخمیوں کو قتل کیا جائے گا، نہ بھاگنے والوں کا پیچھا کیا جائے گا۔ اور جب تک وہ قتال کی ابتدا نہیں کرتے تب تک ان سے قتال بھی نہیں کیا جائے گا۔ میں نے کہا یہ دو ہوئیں تیسری کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اپنے متعلق امیر المؤمنین کا لفظ مٹا دیا لہٰذا اگر وہ مومنوں کے امیر نہیں تو کافروں کے امیر ہوئے، میں نے کہا: کیا تمہارے پاس اس کے علاوہ بھی کوئی اعتراض ہے؟ انہوں نے کہا کہ بس اتنا ہی بہت ہے۔ میں نے کہا کہ یہ بتاؤ کہ اگر میں تمہارے سامنے اللہ تعالی کی کتاب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے کوئی ایسی دلیل پیش

کردوں جس سے تمہارے قول کی تردید ہوجاتی ہو تو کیا تم لوگ رجوع کرلوگے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں، میں نے کہا کہ تمہاری یہ بات کہ انہوں نے اللہ کے امر میں لوگوں کو فیصل بنایا تو میں تمہارے سامنے کتاب اللہ سے یہ پیش کرتا ہوں کہ اللہ تعالی نے ربع درہم کی قیمت کے متعلق فیصلے کو لوگوں کی طرف موڑ دیا ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالی نے حکم دیا کہ اس کے متعلق انہیں فیصل بنایا جائے ، دیکھو اللہ تعالی کے اس ارشاد پر غور کرو: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَن قَتَلَهُ مِنكُم مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ)(المائدۃ:۹۵) اے ایمان والو! (وحشی) شکار کومت قتل کرو جب کہ تم حالت احرام میں ہو اور جو شخص تم میں سے اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر فدیہ واجب ہوگا جو کہ مساوی ہوگا اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کردیں۔

اس میں اللہ تعالی کا حکم یہی ہے کہ فیصلے کو لوگوں کے حوالے کردیا جائے ورنہ اگر چاہتا تو خود یہ فیصلہ صادر فرمادیتا لہذا اب میں اللہ کا واسطہ دے کر تم سے سوال کرتا ہوں، تمہیں بتاؤ کہ باہمی اصلاح اور خونریزی سے بچنے کے لئے لوگوں کو حکم بنانا افضل ہے (یعنی باہمی اصلاح کے لئے حکم بنانا) ، اور بیوی اور شوہر کے متعلق فرمایا:(وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا) (النساء:۳۵) اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان آپس کے ان بن کا خوف ہو تو ایک فیصلہ کرنے والا مرد والوں میں سے اور ایک عورت کے گھر والوں میں سے مقرر کرو۔

اب تمہیں اللہ کا واسطہ تمہیں بتاؤ کہ باہمی اصلاح اور خونریزی سے بچنے کے لئے حکم مقرر کرنا کسی عورت کی شرمگاہ کے متعلق حکم بنانے سے افضل ہے یا نہیں؟ بولو یہ اعتراض دور ہوا یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں دور ہوگیا۔ اور تم لوگ جو کہتے ہو کہ جنگ تو کی مگر نہ تو قیدی بنایا نہ مال غنیمت لیا۔ تو بتاؤ کیا تم اپنی اماں عائشہ کو قیدی بناؤ گے؟ اور ان کے متعلق بھی وہی چیزیں حلال کرلوگے جو دوسری عورتوں سے متعلق کرلیتے ہو جبکہ وہ تمہاری ماں ہیں؟ اگر تم یہ کہتے ہو کہ ہم ان سے بھی وہ تمام چیزیں حلال کرلیں گے جو دوسری عورتوں سے کرلیتے ہیں تو تم نے کفر کیا، اور اگر یہ کہتے ہو کہ وہ ہماری ماں نہیں ہیں تب بھی تم نے کفر کیا (النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ ۖ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ)(الاحزاب:٦) نبی (ﷺ) مؤمنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں اور ان کی بیویاں مؤمنوں کی مائیں ہیں۔

لہذا تم دو گمراہیوں کے درمیان پڑے ہو، اگر تمہارے پاس اس سے نکلنے کا راستہ ہو تو لاؤ، بولو کیا یہ اعتراض دور ہوا؟ انہوں نے کہا: ہاں دور ہوگیا۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت علی نے اپنے نام کے آگے سے امیر المؤمنین کا لفظ ہٹادیا تو اس ضمن میں بھی میں تمہارے سامنے وہ دلیل پیش کرتا ہوں جس سے تم راضی ہو جاؤ گے، یقینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن مشرکین سے صلح کی تو حضرت علی سے فرمایا: اے علی (رسول اللہ کا) لفظ مٹادو، اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں، لکھو یہ وہ صلحنامہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے مصالحت کی ہے، اور اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ تو حضرت علی سے یقینا بہتر تھے اور انہوں بھی اپنے نام کے آگے سے رسول اللہ مٹادیا تھا حالانکہ اس لفظ کے مٹادینے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ان کی نبوت مٹ گئی۔

بولو کیا یہ اعتراض بھی دور ہوا؟ انہوں نے کہا: ہاں دور ہوگیا، پھر ہوا یہ کہ ان میں سے دو ہزار آدمیوں نے (یعنی تہائی لشکر نے) رجوع کرلیا، اور باقی نے خروج کیا اور اپنی ضلالت پر مارے گئے، مہاجرین وانصار نے انہیں قتل کیا۔(مصنف عبد الرزاق، احمد، حاکم، ابونعیم فی الحلیۃ، بیھقی فی السنن الکبری، حاکم نے کہا کہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور ذھبی نے ان کے موافقت کی ہے اور روایت صحیح ہے دیکھئے سلسۃ الصحیحۃ لابی عبداللہ الدانی بن منیر آل زھوی (۳۰۸))

اس واقعہ میں بھی اتنی بڑی جماعت کی گمراہی کا سبب یہی ہے کہ ان لوگوں نے مہاجرین وانصار اور گروہ صحابہ سے علمی رہنمائی حاصل کرنے کے بجائے قرآن وسنت کی من مانی تفسیریں کیں اور اپنی کم علمی اور کج فہمی کی وجہ سے انبیاء کے بعد سب سے بلند رتبہ اولیاء اللہ اور جماعت صالحین سے قتال کیا اور ان کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے عالم اسلام میں سنگین فتنہ بپا کیا جس کے سبب بڑی خونریزی ہوئی اور یہ سلسلہ آج تک چلا آتا ہے۔

دراصل علم میں درجات ہوتے ہیں اور اس کے کسب وحصول کے لئے ضابطے متعین ہیں اور اس کی راہ طویل ومشقت طلب ہے جبکہ ہمتیں مختلف، حوصلے متضاد اور قصد وارادے جدا جدا ہیں اور حالات کی کروٹیں بسا اوقات چھوٹوں کو بڑا بنا دیتی ہیں جبکہ وہ بڑائی کے اہل نہیں ہوتے، فساد یہیں سے شروع ہوتا ہے اور جب بونوں کی کثرت بالاقدوں کے مقام پر قابض ہوجاتی ہے تو ایسے ایسے مضحکات ومبکیات رونما ہوتے ہیں کہ ہر صاحب عقل الأمان والحفیظ پکار اٹھتا ہے۔

صحیح بخاری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث موجود ہے، آپ فرماتے ہیں: **إن اللہ لا یقبض العلم انتزاعاً ینتزعہ من الناس، ولکن یقبض العلماء، وحتی اذالم یبق عالما اتخذالناس رؤ وسا جھالا، فسئلوا فأفتوا بغیر علم فضلوا و أضلوا۔** اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں کے اندر سے کھینچ کھینچ کر نہیں اٹھائے گا بلکہ علماء کو اٹھا کر علم کو اٹھائے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے پھر انہیں سے سوال کیا جائے گا اور وہ بلا علم فتوی دیں گے جس کے نتیجے میں خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

امام طرطوشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **فتدبروا ھذا الحدیث فانہ یدل علی آنہ لایؤتی الناس قط من قبل علماء ھم، وانما یؤتون من قبل انہ اذا مات علماء ھم أفتی من لیس بعالم، فیؤتی الناس من قبلہ۔۔۔۔**

اس حدیث پر غور کرو، یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ لوگوں پر آفت ان کے علماء کی طرف سے نہیں آتی ہے بلکہ آفت اس جہت سے آتی ہے کہ جب علماء کی وفات ہوجاتی ہے تو فتوی وہ لوگ دینے لگتے ہیں جو عالم نہیں ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس معنی کو کیا خوب رخ دیا ہے فرماتے ہیں: "**ماخان أمین قط، ولکن ائتمن غیر أمین فخان**" کسی امانتدار نے کبھی خیانت نہیں کی بلکہ ہوا یوں کہ امانت کسی غیر امین کے حوالے کردی گئی تو اس نے خیانت کرلی، فرماتے ہیں: اور ہم یہ کہتے ہیں کہ (**ما ابتدع عالم قط ولکن استفتی من لیس بعالم فضل واضل**) کسی عالم نے کبھی بدعت ایجاد نہیں کی بلکہ غیر عالم سے فتوی لیا گیا تو وہ خود بھی گمراہ ہوا اور دوسروں کی بھی گمراہی کا باعث ہوا۔ ربیعہ کے محسوسات بھی یہی تھے، امام مالک نے فرمایا: ایک دن حضرت ربیعہ جی بھر کر روئے، تب لوگوں نے

پوچھا: حضرت کیا آپ پر کوئی مصیبت آپڑی ہے؟ کہنے لگے نہیں! مگر فتوی اس سے پوچھا گیا ہے جس کے پاس کچھ علم نہیں ہے اور اسلام میں بہت بڑی بات رونما ہو چکی ہے۔

(الباعث فی انکار البدع والحوادث ص۱۷۹-۱۷۵)

ایک دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **سيأتي على الناس سنوات خداعات ، يصدق فيها الكاذب ،ويكذب فيها الصادق ، ويؤتمن فيها الخائن ، ويخون فيها الأمين ، وينطق فيها الرويبضة،قيل ومالرويبضة؟قال :الرجل التافه يتكلم في أمر العامة (رواه ابن ماجه وهو صحيح)** لوگوں پر دھوکہ دینے والے سال آئیں گے جس میں جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا سمجھا جائے گا اور خائن کو امانتدار اور امانتدار کو خائن سمجھا جائے گا اور ان میں رویبضہ بولنے لگے گا ،سوال ہوا یہ رویبضہ کیا ہے؟ فرمایا کہ بے وقعت اور معمولی آدمی عام لوگوں کے معاملات میں گفتگو کرنے لگے گا۔

حضرت ابوشامہ فرماتے ہیں: بدعتوں کی مصیبت میں لوگ اسی وجہ سے مبتلا ہوتے ہیں، ایک شخص کے متعلق یہ گمان کیا جاتا ہے کہ وہ اہل علم وتقوی میں سے ہے، حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا ہے، پھر لوگ اس کے اقوال وافعال پر نگاہ رکھتے ہیں اور اس کی پیروی کرنے لگے ہیں اس طرح ان کے معاملات بگڑ جاتے ہیں۔ جب لوگ علم وعلماء سے دوری کی بناء پر خیر القرون میں راہ حق سے بھٹک جاتے تھے تو بعد کے زمانوں سے متعلق تو حالات کے بد سے بدتر ہونے کی خبر دی گئی ہے اور ان کے اسباب کی نشاندہی کے ساتھ علاج کی بھی رہنمائی کی گئی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: **انكم أصبحتم في زمان كثير فقهاؤه، قليل خطباؤه قليل سواله، كثير معطوه العمل فيه خير من العلم، وسيأتي زمان قليل فقهاؤه،كثير خطباؤه،كثيرسؤ اله ، قليل معطوه، العلم فيه خير من العمل** ۔(طبرانی نے معجم کبیر میں اس کی تخریج کی ہے اور شواہد کی وجہ سے البانی نے اس کی تقویت ذکر کی ہے۔دیکھئے الصحیحہ ۳۱۸۹) آج تم لوگ ایسے زمانے میں ہو جس میں فقہاء (دین کو سمجھنے والوں) کی کثرت ہے، اس میں خطباء (تقریر کرنے والے) کم ہیں ،سوال کرنے والے تھوڑے اور عطا کرنے والے کثیر تعداد میں ہے اس زمانے میں عمل علم سے بہتر ہے اور عنقریب ایسا زمانہ آئے گا جس میں فقہاء (یعنی دین کی سمجھ رکھنے والے علماء) کم اور خطباء (یعنی تقریر کرنے والے) زیادہ ہو جائیں گے۔اس زمانے میں حصول علم عمل سے بہتر ہوگا۔مطلب یہ کہ نفلی عبادات میں مشغول ہونے سے بہتر یہ ہوگا کہ آدمی حصول علم کی طرف متوجہ رہے، چونکہ علماء وفقہاء کی قلت ہوگی اس لئے انہیں تلاش کر کے ان کے ساتھ مربوط رہنا ہی اچھا کام ہوگا۔

مذکورہ حدیثیں اس حقیقت کی طرف نمایاں اشارے کرتی ہیں کہ آخری ادوار میں دین کی حقیقت نگاہوں سے اوجھل ہو جائے گی، پیمانے بدل جائیں گے، مفاہیم متغیر ہو جائیں اور دین کی من مانی تشریحات شروع ہو جائیں گی، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، **كيف انتم اذا لبستكم فتنة يربو فيها الصغير ويهرم فيها الكبير، اذا ترك منها شئ قيل تركت السنه ، قيل**

ومتی ذاک یا أبا عبدالرحمن ؟ قال : إذا ذھب علماؤ کم، وکثرت جھلاؤ کم ،وکثرت قراؤکم ،وقلت فقھاؤکم ، وکثرت أمراؤکم ،وقلت أمناؤکم والتمست الدنیا بعمل الآخرۃ وتفقه لغیر الدین ۔ (دارمی ، لالکائی ، ابن ابی شیبہ، علامہ البانی نے قیام رمضان (ص ۴) میں فرمایا: ابن مسعود سے موقوفا صحیح ہے اور نبی ﷺ تک حکماً مرفوع ہے۔

اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہوگی ، جب فتنہ تم پر حاوی ہو جائے گا کہ جس میں چھوٹوں کی نشونما ہوگی اور بڑے لوگ اسی میں بوڑھے ہو جائیں گے جب اس میں سے کوئی چیز ترک کردی جائے گی، تو کہا جائے گا کہ سنت چھوڑ دی گئی، سوال ہوا کہ اے عبدالرحمن ایسا کب ہوگا؟ تو فرمایا کہ جب تمہارے علماء رخصت ہوجائیں گے اور تم میں جاہلوں کی کثرت ہوگی ،قراء (پڑھنے والے) زیادہ ہونگے ، سمجھنے والے کم ہوجائیں گے، امیروں کی بھر مار ہوگی اور امانتداروں کا کال ہوگا، آخرت کے عمل سے دنیا کی جستجو ہوگی اور حصول علم کا مقصد دین کے علاوہ کچھ اور ہوگا۔

اس حدیث میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں مسلمانوں کے درمیان فتنوں کے عام اور طویل ہونے کی خبر دے رہے ہیں ، فتنے کا اصلی معنی ابتلاء و آزمائش ہے بعد میں اس کا استعمال ہر ناپسندیدہ چیز یا اس کی طرف لے جانے والے امور پر ہونے لگا۔ مثلا: شرک ،کفر، گناہ ، بدعتیں ، اختلاف ،قتل، آتش زنی اور اسی طرح کی دیگر مکروہ اشیاء پر فتنے کا اطلاق ہوتا ہے ۔(دیکھئے لسان العرب اور النھایہ وغیرہ)۔

☆☆☆

(بقیہ صفحہ: ۴ کا)

بیان بازیوں کا ایک سلسلہ چل پڑتا ہے اور انصاف کا گلہ گھونٹ دیا جاتا ہے اس لئے آج انارکی چارسو پھیلی ہوتی ہے؟ ظلم کے لئے خوف وہراس کوئی چیز نہیں اس لئے کہ اس کے ہمنوا خود حکمراں جماعتیں ہوتی ہیں بدقسمتی سے اس سیکولر ملک میں ایسے ظلم وجور کے بہت سے واقعات مل جائیں گے مگر اس پر کوئی قدغن لگانے والا نہیں عمر بن خطاب ؓ کی عدل گستری نے پوری دنیا کو یہ سبق دیا کہ انصاف کا دامن کبھی نہیں چھوڑنا چاہئے چاہے امیر ہو یا غریب۔

ابھی حال ہی میں اخبارات میں یہ خبر آئی کہ ریل منسٹر کے صاحبزادے نے کسی خاتون کے ساتھ دست درازی کیا اور زنا کا ارتکاب بھی کیا یہ خبر نشر ہوئی تھی کہ ہرسو بیان بازی شروع ہوگئی حکمراں جماعت کہتی ہے یہ جھوٹ ہے پھنسایا جارہا ہے اپوزیشن کہتا ہے کہ اسے گرفتار کرکے کیفر کردار تک پہونچانا چاہئے آج کل وہ سلاخوں کے پیچھے ہے، اس لئے اس دور کو ضرورت ہے فاروقِ اعظم ؓ کے انصاف کی اِس دور کو ضرورت ہے تعزیری قوانین کی ، اِس دور کو ضرورت ہے غیر جانبدارانہ تحقیق کی جس نے جرم کیا ہے اس سے بدلہ لیا جائے تاکہ ارتکابِ جرم کی اہمیت نہ ہو جہاں ، جہاں مجرمین کے معاملے میں ڈھیل ہے چشم پوشی اور بے جاحمایت کے دروازے کھلے ہیں وہاں شروفساد، قتل وغارتگری، ظلم وبغاوت کا دور دورہ ہے۔ ہر شخص اضطرابی کیفیت کا شکار ہے اور امن وامان تباہ ہے۔

میں وہ ایاز ہوں اے طالبانِ نام ونمود
بنا کے چھوڑ دیئے جس نے سینکڑوں محمود

☆☆☆

(دوسری اور آخری قسط)

عصر حاضر میں غلو کے مظاہر

● سعید احمد بستوی

چونکہ تقلید، شعور فروشوں کا شیوہ ہے نابینوں کی روش ہے جاہلوں اور بے علموں کی راہ ہے دلائل و براہین سے عاری اقوال واعمال کے بتوں، کی پوجا ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اپنے آباء اجداد کی تقلید نہ کی بلکہ ہر چیز کو علی وجہ البصیرۃ مانا وحی کی روشنی میں خود چلے اور سب کو چلایا وہ قرآن دنیا کو دیا جس کے ہر ہر لفظ سے دلائل کے سوتے پھوٹتے ہیں اور براہین کے چشمے بہتے ہیں، جو آیات واحادیث کی سند سے بات کرتا ہے وہ بصیرت اور روشنی پر ہے اور جو بلا دلیل قرآن وحدیث کی بات پر عقیدہ وعمل رکھتا ہے وہ بے علم، جاہل، حق سے دور، ظلمت میں ہے۔ اس مقلد کی حالت پرخطر ہے، قابل رحم ہے اسی لئے اقبال نے کہا ۔

تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خود کشی
رستہ بھی ڈھونڈ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے

شخصیت پرستی:

علی بن عبدالصمد ملیاسیؒ بیان کرتے ہیں کی ایک مرتبہ میں نے اپنا ہاتھ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے جسم مبارک پر پھیر کر اپنے بدن پر پھیرا امام صاحب یہ حرکت دیکھ رہے تھے، **غضب غضبا شديدا وجعل ينفد يده ويقول من اين اخذتم هذا۔ وانكره انكارا شديدا** (مناقب احمد، ۲۷۶) یعنی آپ سخت غصہ ہوئے اور اپنے ہاتھ کو جھاڑ کر فرمانے لگے کہ تم لوگوں نے کس سے یہ طریقہ سیکھا ہے اس کے بعد آپ نے اس حرکت سے بڑی شدت کے ساتھ انکار فرمایا۔

کتنے لوگ ہیں جو مولوی، عالم، مولانا، پیرو مرشد، فقیر وغیرہ سے مصافحہ کرنے کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو سینہ پر پھیرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان صاحب کے ہاتھ سے میرا ہاتھ چھو گیا ہے اور ان کی برکت لگ گئی ہے اس لئے اسے سینہ پرمل کر برکت کو تمام جسم میں عام کر لینی چاہئے مگر اس بات سے نہ کوئی شخص انکار کرتا ہے اور نہ اسے پسند کرتا ہے بلکہ عوام بیچارے اپنی سادہ لوحی میں اسے عقیدت ومحبت کے طور پر کرتے ہیں اور مولوی، عالم، پیر، فقیر مرشدان کو اس سے منع نہیں کرتے کیونکہ ان میں سے کچھ تو اس کی مخالفت سے واقف نہیں ہیں نرے جاہل سوانگ رچانا جانتے ہیں اور عوام الناس کو اپنے دام تزویر میں پھنسائے رکھتے ہیں، اور کچھ اسے اپنی مقبولیت کی علامت سمجھ کر خوش ہوتے ہیں حالانکہ اسلاف کرام ایسی معمولی معمولی باتوں سے سخت نکیر کرتے تھے اور اسے برداشت نہیں کرتے تھے اگر یہ بات کسی درجہ میں مناسب نہیں تو حضرت امام احمد بن حنبلؒ اس شدت سے اسے انکار نہ فرماتے اور شخصیت پرستی کے اس مظاہر کو روار کھتے مگر یہی چھوٹی چھوٹی باتیں بڑی بڑی باتوں کا پیش خیمہ ہوا کرتی ہیں۔ (آزاد بنگلور: ۲۲/ ذی الحجہ ۱۳۷۷، بحوالہ ہفت روزہ جریدہ ترجمان یکم اگست ۱۹۵۸)

روافض کا غلو:

روافض نے انبیاء کرام اور ائمہ کی شان میں اس حد تک مبالغہ آمیزی کا مظاہرہ کیا کہ انہیں رب بنالیا انبیاء کی توبہ واستغفار کے ضمن میں جونصوص وارد ہوئی تھی ان کی تکذیب کرنے لگےتم دیکھتے ہوکہ مساجد میں جمعہ وجماعت کا نام نہیں مگر ممبروں پر بنا کر وہ مقابر کی تعظیم وتکریم میں پیش پیش نظر آتے ہیں ان پر اعتکاف بیٹھتے اوران کا حج کرنے جاتے ہیں اس کی حد یہ ہے کہ بعض شیعہ ان زیارتوں کو حج بیت اللہ کے مقابلہ میں ترجیح دیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی، اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کومسجدیں بنالیں۔ (بخاری) وہ بدترین لوگ ہوں گے جن کی زندگی میں قیامت آئے گی اور جولوگ قبروں کومسجدیں بناتے ہیں۔(صحیح ابن حبان مسند احمد)

شیعہ کے مشہور عالم شیخ المفید نے حج المشاہد کے نام سے ایک کتاب تحریر کی ہے جس میں مخلوقات کی قبروں کی زیارت کو حج سے تعبیر کیا ہے اکابر شیعہ نے شیخ المفید کی کتاب کے علاوہ بھی متعدد کتب مقامات مقدسہ کی زیارت پر لکھی ہیں اورعوام کے یہاں اسی طرح مقبول ومتداول ہیں جیسے قرآن کریم ،شیعہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ مقامات مقدسہ کو مکہ مکرمہ خانۂ کعبہ اور سات آسمانوں کے مقابلہ میں افضل قرار دیا جائے۔(المنتقی من منہاج السنۃ النبویۃ۔ص۹۶۔۹۷)

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا:

آج عصر حاضر میں کچھ ایسے پیر ومرشد نظر آتے ہیں جو ایک خاص طرح کی وضع قطع بنا کر لوگوں کو راہ ہدایت بتانے کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ وہ خودحق سے بیگانہ اوررشد وہدایت سے قطعاً عاری ہے چاہے وہ اسلام کے بجائے شرک، سنت کے عوض بدعت اور اخلاق حسنہ کی جگہ اطوار رذیلہ کی تعلیم دیتا ہوحد یہ ہے یہ وضع وقطع اسلامی ہونی بھی ضروری نہیں رہی ہے، جہلا ہی نہیں پڑھے لکھوں، اچھے خاصے تعلیم یافتہ لوگوں میں بھی کتنے ہی ایسے صوفیوں کے لئے عقیدت پائی جاتی ہے جن کی وضع وقطع کھلم کھلا وضع اسلام کے منافی اور ہیئت سادھوؤں جیسی ہوتی ہے۔

ابلیس نے ارشاد وبیعت کے نام پر اس کی مسند پر ایسے ایسے لوگوں کو بٹھا یا جونفس کے بندے اوردنیا کمانا ہی ان کا اصل مقصود تھا یا کم عقل تھے اور سمجھ نہیں سکتے تھے کہ جن اعمال واشغال کی تعلیم وہ مریدین کو دے رہے ہیں وہ کن نتائج کی طرف لے جانے والے ہیں اور جن راہوں کو انہوں نے بادی النظر میں شاداب ومستقیم سمجھ رکھا ہے وہ شرک وبدعت کی کن اندھیری وادیوں میں ٹھوکریں کھلاتی ہیں بدعتیں ایجاد کی گئیں وہ رفتہ رفتہ شرک تک لے گئیں شروع میں جھجک تھی شرم وحیا مانع تھی پھر یہ بھی اٹھ گئے اور شیطان نے ایسا صور پھونکا کہ جن بدعات ومعاصی کے نام لینے سے مسلمان کو پسینہ چھوٹ جاتا تھا فقراء مشائخین صوفیاء مرشدین نے شرک جلی کو ڈنکے کی چوٹ پر اپنی تعلیمات میں شامل کرلیں اورانہیں عین اسلام کہتے ہوئے ان کی زبان میں ذرا لکنت نہیں ہوتی اور شیطان انہیں سبز باغ دکھا رہا ہے اس لئے دوکانداروں کی دوکانداری چمکتی ہے شرک وبدعت کو اسلام ہی کے نام پر فروغ حاصل ہوتا ہے جو ہر لحاظ سے ناپاک ہونے کے باوجود آج تصوف کا جزو غالب بلکہ طرۂ امتیاز بنا ہوا ہے، مثلاً صلوٰۃ غوثیہ، بظاہر نام نماز کا دیا مگر عقیدت اور غلو اس طرح کیا کہ جب کسی کو سخت مراحل ومشکلات درپیش ہوں، تو

صلوٰۃ عشاء یا سحر کے وقت دو رکعتیں پڑھو، بعد نماز عراق کی سمت، جی ہاں کعبہ کی سمت نہیں عراق کی سمت گیارہ قدم چل کر ہر قدم پر حضرت عبدالقادر محی الدین کو پکارو، یا عبداللہ الغنی باذن اللہ ویا شیخ الثقلین اغثنی وامدنی فی قضاء حوائجی اے اللہ کے بندے میری مدد کیجئے، اللہ کی اجازت سے اور اے انس وجن کے شیخ میری حاجات پوری کرنے میں میری مدد فرمائیے۔

اس میں باذن اللہ کے الفاظ سے شرک جلی کو خفی بنانے کی سعی کی گئی ہے لیکن اہل نظر اس لیپا پوتی سے دھوکہ نہیں کھا سکتے، یہ وہی ذہن ہے جو قرآنی تصریحات کے مطابق پتھروں کے بتوں اور فرضی دیوی دیوتاؤں کو تقرب الی اللہ کا وسیلہ بنایا کرتے تھے اور اس قسم کے انسان کو کبھی یہ اعتبار نہیں آتا کہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ اپنے ہر بندے کی ضروریات وحاجات کا براہِ راست علم رکھتا ہے اور ہر طرح نصرت واعانت پر قادر ہے۔

اسی طرح حضرت علی کو بھی مدد کے لئے پکارا جاتا ہے۔صلواۃ اللہ علیک یا مولی یا مولی یا مولی

شاہ دلدل سوار وقت مدد است
اے حیدر نامدار وقت مدد است
کفار برائے مسلمان جمع شدہ
یک ضرب ذوالفقار وقت مدد است

مشہور ہے کہ شاہ واجد علی کے زمانہ میں جب دشمنوں کے چڑھ آنے کی خبر آئی تو محل کے بعض من چلوں نے کہا تالیاں بجاؤ موئے بھاگ جائیں گے ہجوم کفار کے خلاف آج حضرت علی کو پکارنا اس سے کچھ مضحکہ خیز نہیں اور معنوی گندگی نسبتاً زیادہ ہی تالیاں بجا کر بھگانے والے احمق ضرور تھے لیکن ان میں حماقت وجہالت متعدی نہیں تھی حضرت علی کا نعرہ لگانا، یا علی توڑ دے دشمن کی نلی۔ اس طرح کے الفاظ اپنی زبان سے نکالنا کھلم کھلا شرک ہے۔

یہ سب کیا ہے، معیار واسلوب کے عامیانہ پن سے قطع نظر، اس میں غیر اللہ سے جو دھائی لگائی گئ ہے اگر وہ بھی شرک نہیں تو سمجھنا چاہئے کہ دنیا میں شرک کا وجود ہی نہیں یقین کیجئے شرک کرنے والوں کے سر میں سینگ نہیں نکل آتے نہ شرک کا تعفن سابق مشرکین عرب تک محدود ہے آج بھی یہ لعنت اپنی پوری ہولنا کیوں کے ساتھ موجود ہے۔ہاں۔ یہ انقلاب ضرور آگیا ہے کہ پہلے شرک، شرک ہی کے نام پر ہوتا تھا اور اب یہ اسلام کے نام پر ہوتا ہے پہلے مشرک مسلمانوں سے جدا ایک قوم ہوا کرتے تھے۔اور آج کے مشرک نہ صرف مسلمان ہوتے ہیں بلکہ وسیع حلقۂ مومنین میں انہیں رشد وہدایت کی سند بھی ملی رہتی ہے۔

ان عقیدت کے اندھے جہلاء نے غلو کی حد کردی سابقہ بزرگوں کے نام پر اوارد، ووظائف میں کہیں حضرت علی، حسن بصری، یا شیخ عبدالقادر جیلانی، کہیں خواجہ بندہ نواز کہیں غریب نواز کہیں وارث علی شاہ اسی طرح کہیں صلوٰۃ غوثیہ، صلوٰۃ الرغائب اور نہ جانے اس طرح کی کتنی خرافات، بدعات محدثات وجود میں آئیں، ثبوت درکار ہو تو کسی خانقاہ، آستانہ یا مزار پر جاکر دیکھ لیجئے آنکھیں ہوں گی تو پہاڑ جیسے ثبوت صاف نظر آئیں گے اور اگر آنکھیں ہی نہ ہوں تو ہمالیہ بھی دکھائی نہیں دیتا۔

اسی طرح بیعت وارادات، توبہ، تقویٰ، قرب، فرائض ونوافل، ابتلاء خطرات، دفع خطرات چلہ، کشی، مراقبہ، تصور شیخ توبہ، غنا، لطائف وغیرہ ان ابواب کے تحت جو کچھ وہ زیادہ پسندیدہ اور محمود ہے۔

امت مسلمہ کا ایک بڑا طبقہ عملی زندگی سے کنارہ کش ہو کر محض

بزرگوں کے وسیلے سے جنت میں داخلے کا خواہاں ہے عمل کے بجائے اس کی ساری توجہ پیروں اور عملی نام نہاد ولیوں کو خوش کرنے میں لگی ہوئی ہے اسکے لئے تملق پسندی اور رشوت خوری کے وہ تمام ذرائع اپنائے جارہے ہیں جو اس عارضی دنیا کی حکومتوں میں عہدہ ومنصب حاصل کرنے اور کام بنانے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔

عصر حاضر میں کچھ نادانوں نے اس قدر غلو کیا کہ زندوں کے بجائے قبروں میں مدفون صالحین سے وسیلہ چاہنے لگے بسا اوقات ایسے مردوں سے وسیلہ چاہنے لگے جن کی زندگی اعمال صالحہ کے بجائے گناہ ومعاصی کے ارتکاب اور بدعت وضلالت کی ترویج واشاعت میں گذری۔

دروس الشیخ سفر الحوالی لکھتے ہیں کہ بہت سے مسلمان ایسے لوگوں سے وسیلہ طلب کرتے ہیں جن کا حال معلوم نہیں ہے مثلاً شیخ بدوی وغیرہ کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو جمعہ اور عیدین کی نماز نہیں پڑھتے اور سڑکوں پر برہنہ گھومتے ہیں اور بے ہودہ کام انجام دیتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو ملحد اور زندیق ہیں۔ ان تمام کے باوجود لوگ انہیں ولی تصور کرتے ہیں اور ان کی عبادت وپرستش کرتے ہیں ایسے لوگ نہ ہی ولی ہیں اور نہ ہی اللہ کے پاس ان کا کوئی مقام ومرتبہ ہے جو لوگ ان کو ولی سمجھتے ہیں وہ خسارے اور نقصان میں ہیں۔ [دروس الشیخ سفر الحوالی ۵/۷۷]

خلاصۂ کلام:

[۱] غلو کسی بھی حیثیت سے ہو وہ درست نہیں، غلو ہلاکت میں پڑنے کا سبب ہے۔ چاہے کتاب وسنت کے افہام وتفہیم میں غلو۔

[۲] نصوص کی ایسی تاویل وتعبیر وتفسیر جو شریعت کے عام مزاج کے خلاف ہو۔ قرآن مجید کے معنی میں بے جا انہماک جس کا مکلف نہ کیا گیا ہو۔

[۳] تقرب الٰہی کے ایسے ذرائع تلاش کرنا جس کا شریعت میں وجود نہ ہو جیسے دھوپ میں کھڑے ہونا۔ سر میں رسی باندھ لینا کہ نیند نہ آئے عبادت کے لئے شادی نہ کرنا، عبادت کے لئے تجردانہ زندگی گذارنا سایہ نہ حاصل کرنا غسل نہ کرنا وغیرہ۔

[۴] یا اللہ کی ذات وصفات میں غیر اللہ کو شریک ٹھہرانا کسی کو الہٰ کا درجہ دے دینا یہ انتہائی خطرناک غلو ہے جو انسان کو مشرک بنادیتا ہے۔

[۵] یا، نبی کریم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات والا صفات کے متعلق سے غلو کرنا آپ سے امداد چاہنا مشکل کشائی وحاجات براری کے لئے آپ کو پکارنا، حاضر وناظر سمجھنا غیب داں تصور کرنا کرنا بگڑی بنانے والا سمجھنا یہ سب غلو ہے جس سے آپ نے خود منع فرمایا ہے۔ صالحین وبزرگوں کی قبروں کا طواف کرنا نذرانے چڑھانے ذبیحہ کرنا، قبے تعمیر کرنا چادر چڑھانا یہ سب امور غلو میں شامل ہیں، ائمہ پرستی میں انتہائی آگے نکل جانا کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہاتھ سے چھوٹ جائے اور تقلید میں اندھے بہرے ہوجانا حدیث رسول اللہ ﷺ کو قول امام کے مقابلے میں ترجیح نہ دینا یہ بھی شخصیت پرستی وائمہ پرستی کا غلو ہے۔

[۶] مختلف قسم کی نمازیں اختراع وایجاد کرلینا اور باضابطہ اس کو پڑھنا، جیسے صلوٰۃ غوثیہ، صلوٰۃ الرغائب، صلوٰۃ الفیہ، صلوٰۃ تخینہ وغیرہ وغیرہ یہ بھی عبادت میں غلو ہے، کسی بھی طرح کا غلو جائز نہیں ہے چاہے وہ عصر حاضر میں ہو یا اس سے قبل اعتقادات میں عبادات میں معاملات میں ائمہ پرستی وشخصیت پرستی تقلید شخصی میں بزرگوں صالحین پیروں فقیروں کے حوالے سے جائز ودرست نہیں ،غلو ماضی، حال، مستقبل کسی بھی زمانے میں درست نہیں ہے۔

دفاعِ حرمین اور امت مسلمہ کا کردار

● ڈاکٹر جسٹس حسین بن عبدالعزیز آل الشیخ حفظہ اللہ
(امام وخطیب مسجد نبوی مدینہ طیبہ)

پہلا خطبہ: یقیناً تمام تعریفیں اللہ عزوجل کیلئے ہیں، وہی جابر حکمرانوں پر قاہر ہے، اور مکاروں کی مکاریوں کو ہوا کرنے والا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی معبودِ برحق نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اولین وآخرین سب کا وہی معبود ہے، اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، آپ ہی سید الانبیاء والمرسلین ہیں، آپ کی آل اور صحابہ کرام پر افضل ترین درود وسلام ہوں۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

مسلمانو! میں اپنے آپ اور تمام سامعین کو تقوی اور اطاعتِ الٰہی کی نصیحت کرتا ہوں کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے ہر تنگی ومصیبت سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے، اور ہر مشکل کو آسانی میں تبدیل کر دیتا ہے، اسی طرح متقی شخص کیلئے فتح، غلبہ، اپنی تائید اور سلطانی لکھ دیتا ہے۔

مسلم اقوام! بہت ہی دکھ کی بات ہے کہ ساری دنیا نے پیارے یمن کے بدلتے حالات کا مشاہدہ کیا، جس یمن اور کتاب وسنت پر گامزن اہل یمن کے بارے میں نبی ﷺ نے تعریفی کلمات کہے اور فرمایا: ''ایمان یمنی ہے، اور حکمت بھی یمنی ہے'' (بخاری)

بہت ہی پریشان کن حالات میں سنگین تبدیلیوں کا پیارے یمن میں مسلمانوں نے مشاہدہ کیا، اور معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ باغیوں کی طرف سے منتخب قیادت کا تختہ الٹ دیا گیا، اور اہل علاقہ پر دست درازی کی گئی، جس کی وجہ سے گھر بار تباہ، امن وامان تار تار ہو گیا، پر امن لوگوں میں خوف وہراس پھیل گیا، بلکہ ظلم زیادتی کا یہ بازار پورے خطے کے امن کیلئے علی الاعلان خطرہ بن چکا تھا، اور ملکِ حرمین شریفین اور یہاں کے لوگوں کیلئے اس کے خطرات خصوصی نوعیت کے تھے۔

دانشمندی اور حکمت پر مبنی رائے شماری بھی ہوئی کہ یمن میں اتحاد، پائدار امن واستحکام، پر امن طریقوں اور بات چیت کے ذریعے قائم ہو، اس کیلئے خلیج عرب کی ریاستوں کی جانب سے کی جانے والی کوششیں بھی شامل ہیں۔لیکن معاملہ مزید سنگین ہوتا گیا، اور حالات اتنے بگڑ گئے کہ یمن میں امن وامان تہ وبالا ہو کر رہ گیا، جس کی وجہ سے جبراً وقہراً ملکی قیادت منظر سے غائب کر دی گئی، اور حالات مسلمانوں کے علاقے میں مزید تشویش ناک ہو گئے، جو کہ یمن، اہل یمن، اور پڑوسی ممالک کیلئے خطرے کی گھنٹی بجانے لگے۔

اہل یمن کو ظلم وزیادتی اور ملکی قیادت کو مسلسل دشواری کا سامنا تھا، پھر دانشمندانہ طور پر اس بات سے آگاہ کیا گیا کہ یمن کو ٹوٹنے کا خطرہ لاحق ہے، اور یمن میں امن وامان اور استحکام ختم کر کے خانہ جنگی شروع ہونے والی ہے، جس سے ملک وقوم کو نقصان ہو گا اور پڑوسی ممالک بھی متاثر ہوں گے۔

اسلامی بھائیو! نازک حالات، اور مشکل صورتحال کا بہت سے مسلم ممالک کو سامنا ہے، یہ کسی طور پر بھی دینِ حنیف اور بلند اخلاقی اقدار کیساتھ بالکل مناسب نہیں ہیں۔ یہ حالات غرور، لالچ اور عارضی مفاد کے سایے میں پیدا کئے گئے، ان کی وجہ سے ایسے ایجنڈوں کی آبیاری ہوتی ہے جو مسلم معاشرے کو تہس نہس کر دیں، ان ایجنڈوں کی ہماری عقائد سے کھلی دشمنی ہے، انہی کی وجہ سے ہمارے علاقوں کو تقسیم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، اور ایسے حالات پیدا کر کے ہمارے وسائل واسباب کو لوٹا جارہا ہے۔

چنانچہ ان حالات وواقعات کے تحت ہمارے حکمرانوں نے کندھوں پر پڑی ہوئی ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے ضروری اسباب اپنائے، جو کہ اللہ کے حکم سے ملک وقوم کی حفاظت کے ضامن تھے، اور یہ اقدامات مسلم حکمرانوں پر عائد ذمہ داری میں شامل ہیں تاکہ وہ مسلم معاشروں کے حقوق کا تحفظ کر سکیں، اور علاقائی و عالمی امن وامان اور سلامتی کیلئے کردار ادا کر سکیں، نیز دشمنان اسلام کی منصوبہ بندیوں کو ناکام بنائیں، کیونکہ دشمن اپنے منصوبوں کے ذریعے پورے علاقے میں تباہی مچانا چاہتا ہے۔ اور جب پرامن طریقے سے مسئلہ حل نہ ہوا، سیاسی طور پر بات چیت بھی کارگر نہ ہوئی، اور یمن کے منتخب صدر نے اپنے برادر اسلامی ممالک سے یمنی قوم کیساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہونے کا مطالبہ کیا، تاکہ یمن کو پرخطر اور پر پیچ حالات سے بچایا جائے۔

پھر پوری امت مسلمہ کو سنگین نتائج سے بچانے کیلئے اسلامی ممالک نے خادم الحرمین الشریفین حفظہ اللہ کی قیادت میں یمنی حکومت اور یمنی عوام کے شانہ بشانہ کھڑے ہونے کا فیصلہ کیا، تاکہ مستحکم، مضبوط، پائیدار امن وامان قائم ہو، اور دھوکے پر مبنی انقلاب کو روکا جاسکے، حقیقت میں یہ اقدام اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی عملی صورت ہے: **(انما المؤمنون اخوۃ)** بیشک تمام مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ (الحجرات:۱۰)

اور نبی ﷺ کے اس فرمان پر مبنی ہے کہ: ''اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اپنے بھائی پر ظلم نہیں کرتا، نہ ہی اسے رسوا کرتا ہے، اور اسے تنہا نہیں چھوڑتا''۔ (متفق علیہ)

ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''اسے تنہا نہیں چھوڑتا'' کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان اپنے مظلوم بھائی کو ظالم کے رحم وکرم پر تنہا نہیں چھوڑتا، بلکہ اپنے مظلوم بھائی کی مدد اور اس کا بھرپور دفاع کرتا ہے، یہ درجہ کسی مسلمان کو تکلیف نہ دینے سے بڑا ہے۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے زیادتی کرنے والے کے ہاتھ کو پکڑنا اور مظلوم کی مدد کرنے کو واجب قرار دیا، اور فرمایا: **(والمؤمنون والمؤمنات بعضهم أولياء بعض)** مؤمن مرد اور مؤمن خواتین سب ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ (التوبۃ:۷۱)

اور ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: ''اپنے بھائی کی (ہر حال میں) مدد کرو، چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم) تو ایک آدمی نے کہا: ''اللہ کے رسول! اگر وہ مظلوم ہو تو میں اس کی مدد کروں (یہ تو سمجھ میں آتا ہے) اور اگر وہی ظالم ہو تو پھر اس کی مدد کیسے کروں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے ظلم سے روکو یہی اس کی مدد ہے''۔ (بخاری)

باہمی تعاون بھائی چارے کا بنیادی حق، اور اس کا عملی تقاضا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیتے ہوئے فرمایا: **(فان بغت إحداهما على الآخرى فقاتلوا التي تبغي حتى تفيء إلى أمر الله)** اگر (مسلمانوں کی دو جماعتوں میں سے) ایک دوسری پر زیادتی کرے، تو باغی جماعت سے دو دو ہاتھ کرو، حتی کہ باغی

جماعت اللہ کے حکم کے تابع ہو جائے۔(الحجرات:۹)

اور علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''عدل کی خوبصورت ترین شکل: مظلوم کی مدد ہے''۔

اسی طرح زین العابدین-اللہ ان سے راضی ہو-سے منقول ہے کہ: ''یا اللہ! میں تجھ سے ایسے مظلوم کے بارے میں معافی چاہتا ہوں جس پر میرے سامنے ظلم ہو لیکن اس کی مدد نہ کر سکوں''۔

اگرچہ مظلوم شخص غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو، مظلوموں کی مدد، اور زیادتی کا شکار لوگوں کیساتھ تعاون کرنا بنیادی اسلامی اصول ہے، چنانچہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''مسلم حکمران پر لازمی ہے کہ اہل ذمہ کا تحفظ یقینی بنائے، اور انہیں ظلم و زیادتی کرنے والے مسلمانوں اور کفار سے محفوظ رکھے''۔

پوری امت پر ضروری ہے کہ زیادتی کرنے والوں کو روکیں، اور مسلم ممالک کے امن و امان اور استحکام کو مخدوش کرنے والوں کی پیش قدمی کے سامنے بند باندھیں، تاکہ لوگوں کو دین و دنیا کے بارے میں مکمل امن حاصل ہو، کیونکہ یہ بھی اس دین کے مقاصد میں سے ایک ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ: ''کوئی بھی شخص کسی مسلمان کو ایسی جگہ رسوا کر دے جہاں اس کی ہتک عزت کی جا رہی ہو، اور اسے بے آبرو کیا جا رہا ہو، تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی جگہ رسوا کرے گا جہاں وہ اپنی فتح چاہتا ہوگا'' احمد نے اسے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

آج امت اسلامیہ کو موجودہ صورت حال میں بہت سے بیرونی حملوں کا سامنا ہے، جو کہ مختلف صورتوں میں نمودار ہوتے ہیں، لیکن ان میں سے سب سے خطرناک حملہ یہ ہے کہ کسی بھی ملک کو اندر سے کھوکھلا کیا جائے، کہ وہ خود ہی ایک دوسرے کو مارنے لگیں، اگر پوری قوم وملت ان دخل اندازیوں کے سامنے سینہ سپر ہو کر کھڑی نہ ہوگی، تو مسلم ممالک ان کے سامنے ایک لقمہ بن کر رہ جائیں گے، جو اس آگ کے منہ میں یکے بعد دیگرے ایک ایک کر کے چلتے بنیں گے۔

حقیقت میں مکر و فریب پر مشتمل دشمنوں کی منصوبہ بندی یہی ہے، لہٰذا حکمران و رعایا سمیت اس کے سامنے پوری قوت و طاقت کیساتھ کھڑا ہونا ضروری ہے، تاکہ امت اور مسلم معاشرے ہمہ قسم کے نقصانات اور خطرات سے محفوظ ہو جائیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (یا ایھا الذین آمنوا خذوا حذرکم) اے ایمان والو! اپنا دفاعی (ساز و سامان) ہاتھوں میں رکھو۔(النساء:۷۱)

اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے: (وأعدوا لھم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخیل ترھبون به عدو الله وعدوکم وآخرین من دونھم لا تعلمونھم الله یعلمھم) اور جہاں تک ممکن ہو ان کے مقابلے کے لئے قوت اور جنگی گھوڑے تیار رکھو۔ جن سے تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دیگر دشمنوں کو خوفزدہ کر سکو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔(الانفال:۶۰)

السیف أصدق أنباء من الکتب
فی حده الحد بین الجد واللعب

تلوار کا وار نجومیوں کی پیش گوئی سے زیادہ سچا ہوتا ہے، اس کی تیز دھار سنجیدگی اور مزاح میں فرق ڈالتی ہے۔

یہ فیصلے، اقدامات اور فوجی مداخلت اس وقت عمل میں لائی گئی، جب پر امن طریقے سے مسئلے کے حل کا ہر راستہ بند ہو گیا، بلکہ باغیوں کی طرف سے کسی بھی بات کو سننے سے یکسر انکار کر دیا گیا، مزید برآں ایسے اقدامات پر اتر آئے جس سے یمن اور پڑوسی ممالک سمیت سب کو خطرات منڈلاتے نظر آنے لگے، اس وقت اہل حل وعقد اور ذمہ داران کے پاس ایک ہی حل بچا جو کہ

ابوتمام نے ذکر کیا ہے:

آج تمام مسلمانوں کیلئے یہ ضروری ہو چکا ہے کہ: تفرق، اختلاف اور اپنی صفوں میں دراڑیں پیدا کرنے سے دور ہوجائیں، اور مسلمانوں کے بارے میں کی جانے والی منصوبہ بندیوں سے بچیں، یہ منصوبہ بندیاں صرف مسلمانوں میں اختلافات، ان کے عقائد سے متعلق زبان درازی، مسلم اسباب ووسائل پر قبضہ، اور مسلم علاقوں ومعاشروں سے امن وامان ناپید کرنے کیلئے کی جاتی ہیں۔

مسلمانوں میں ان منصوبوں کے خلاف بیداری اسی وقت پیدا ہوگی جب تک باہمی تصادم اور ٹکراؤ کے اسباب ختم نہیں ہوں گے، ساتھ میں ایسی فضا مہیا کرنا ضروری ہے جس کا مقصد اتحاد، اتفاق، اور قومی مفاد کو ترجیح دینا ہو، اسی طرح دینی وملی مفادات کے سامنے ذاتی مفادات کی قربانی کا جذبہ پیدا ہو، ان تمام امور کا بنیادی مقصد یہ ہو کہ سب سے پہلے دین کی خدمت اور پھر اس کے بعد ملک ووطن کے امن وامان کے استحکام کیلئے کوشش کی جائے، وگرنہ ہماری صورت حال کسی شاعر کے مطابق یوں ہوگی:

أمرتك أمرا جازما فعصيتني
فاصبحت مسلوب الرادة نادما

میں نے تمہیں یقینی بات کا حکم دیا تو تم نے میری بات نہ مانی، اب تمہارے پاس حکمرانی نہیں رہی، تو نادم ہو رہے ہو!

تمام حکومتوں اور دانشوروں پر لازمی ہے کہ امت کے مسائل اوران کے حل کے بارے میں ان کی ایک متفقہ پر عزم رائے ہو، تاکہ ان سے شرعی مقاصد، اور دنیاوی اہداف حاصل کئے جائیں، اور دشمنوں کو اپنے شدید ومذموم اہداف حاصل کرنے کا موقع ہی نہ ملے، کیونکہ جب مصیبت آتی ہے تو سب پر آتی ہے، لیکن جب خیر آئے تو عموما مخصوص لوگوں تک محدود ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ خود سے تباہ ہونے والے کو ہی تباہ فرماتا ہے۔

اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں میں اتحاد واتفاق پیدا کرنے کیلئے آگہی مہم چلائیں، اور انہیں درست تعلیمات سے بہرہ ور کریں، تاکہ حکمران ورعایا کے درمیان ہم آہنگی پیدا ہو۔اسی طرح پرفتن اوقات میں انفرادی فتووں سے بالکل گریز کریں، کیونکہ زمینی حقائق نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ ان میں سے کچھ کے نتائج اچھے اور مثبت برآمد نہیں ہوتے، چنانچہ اس پہلو پر حکمت، اور فہم وفراست سے کام لینا انتہائی ضروری ہے۔

اسی طرح اس بات کو بھی یقینی بنائیں کہ بات چیت اور عملی مظاہرے میں متوقع نتائج کو پیش نظر رکھیں، تاکہ تمام معاملات خوش اسلوبی کیساتھ مکمل ہوں اور اچھے نتائج کا باعث بنیں، کیونکہ مختلف ممالک میں مسلمانوں کو درپیش مسائل پہلے ہی بہت ہیں، جوکہ کسی سے مخفی بھی نہیں ہیں، ان مسائل کی وجہ سے بہت ہی زیادہ نقصانات ہوئے، اور ان نقصانات وتباہی کے اعداد وشمار کے متعلق اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں، اسی کے سامنے گڑگڑائیں، دینِ الٰہی پر عمل پیرا ہوں، احکامِ الٰہی کی تعمیل کریں، حدودِ الٰہی سے تجاوز نہ کریں، گناہوں میں ملوث نہ رہیں، کیونکہ کسی بھی فتنے سے بچاؤ، اور بحران سے نکلنے کا یہی واحد راستہ ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: (ففروا الی اللہ) اللہ کی طرف دوڑو۔ (الذاریات: ۵۰) ایک جگہ فرمایا: (وتوبوا الی اللہ جمیعا أیہ المؤمنون لعلکم تفلحون) اے مؤمنو! تم سب کے سب اللہ کی طرف توبہ کرو، تاکہ تم ہی فلاح پاؤ۔ (النور: ۳۱)

مایوس کن فتنے، مختلف مصائب، بڑے بڑے سنگین مسائل،

اور مہلک بیماریاں لوگوں کے گناہوں، شرعی مخالفتوں، اور سنت محمدیہ سے ہٹنے کی وجہ سے ہی پیدا ہوتی ہیں، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: (**وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم**) تمہیں کچھ بھی مصیبت پہنچے تو وہ تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے پہنچتی ہے۔(الشوریٰ:۳۰)

اسی طرح فرمایا: (**اولما اصابتکم مصیبة قد أصبتم مثلیها قلتم أنی هذا قل هو من عند انفسکم ان الله علی کل شیء قدیر**) بھلا جب (احد کے دن) تم پر مصیبت آئی تو تم چلا اٹھے کہ ''یہ کہاں سے آ گئی؟'' حالانکہ اس سے دوگنا صدمہ تم کافروں کو پہنچا چکے ہو؟ آپ ان مسلمانوں سے کہہ دیں کہ: ''یہ مصیبت تمہاری اپنی ہی لائی ہوئی ہے'' بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔(آل عمران:۱۶۵)

علمائے یمن، حکمران، سیاستدان اور عوام الناس پر لازمی ہے کہ باہمی اتحاد واتفاق قائم کریں، تاکہ سنگین خطرات اور بھیانک نقصانات سے اپنے دین وعقیدے اور خطے کی کامیابی کیساتھ حفاظت کرسکیں، وگرنہ ان خطرات کا دین ودنیا میں یکساں نقصان ہوگا، ان کیلئے ضروری ہے کہ ہر قسم کی مکاری وعیاری پر مشتمل کسی بھی منصوبہ بندی کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: (**واعتصموا بحبل الله جمیعا ولا تفرقوا**) سب کے سب اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، اور تفرقہ نہ ڈالو۔(آل عمران:۱۰۳)

اسی طرح فرمایا: (**ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ریحکم واصبروا ان الله مع الصابرین**) آپس میں تنازعات مت کھڑے کرو، ورنہ ناکام ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا تک اکھڑ جائے گی، لہٰذا (اتحاد کیساتھ) ڈٹے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کیساتھ ہے۔(الانفال:۴۶)

تمام لوگوں پر واجب ہے کہ اپنے علاقوں اور اسباب ووسائل کی حفاظت کریں، اپنی قوم، معاشرے، اور قومی دھارے کا تحفظ یقینی بنائیں، یمن کے سپوتوں پر لازمی ہے کہ خواہشات یا شیطان کی بات مت مانیں، اور اسی طرح دنیاوی وشخصی مفادات کے پیچھے مت لگیں، ورنہ اپنا ملک گنواں بیٹھو گے، اور یہی سب سے بڑی خیانت ہوگی، جو سنگین جرم بھی ہے: (**یا ایها الذین آمنوا لا تخونوا الله والرسول وتخونوا اماناتکم وأنتم تعلمون**) اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو جبکہ تم جانتے ہو۔(الانفال:۲۷)

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے لئے قرآن وحدیث کو بابرکت بنائے، اسی پر اکتفاء کرتا ہوں، اور اللہ سے اپنے اور تمام مسلمانوں کیلئے گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں آپ سب بھی اپنے گناہوں کی بخشش مانگو وہ بہت ہی بخشنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

☆☆☆

(يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ)

(البقرة:۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر صوم فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

احکام ومسائل

ماہ شعبان کے مسائل

● مرتب: سعید احمد بستوی

ماہ شعبان میں کون کون سے اعمال مسنون ہیں اور وہ کون سے افعال ہیں جن کا شمار بدعات میں ہوتا ہے۔ ماہ شعبان کی درمیانی رات یعنی نصف شعبان کی رات کی حقیقت کیا ہے، اس دن کا روزہ رکھا جاتا ہے اس رات میں ایک مخصوص نماز ادا کی جاتی ہے اور اس رات میں آتش بازی و چراغاں کی جاتی ہے۔

پہلی بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ماہ کے کسی خاص دن کو مقرر کئے بغیر اس میں بکثرت نفلی روزے رکھتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم وسنن میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: ''**کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یصوم حتی نقول لا یفطر، ویفطر حتی نقول لا یصوم وما رأیت رسول اللہ استکمل شہرا قط الا رمضان ومارأیتہ فی شہر اکثر منہ صیاما فی شعبان**'' (متفق علیہ واللفظ لمسلم، بلوغ المرام مع سبل السلام) بخاری مع الفتح: ۴/۲۱۷۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نفلی روزے اس کثرت سے رکھتے کہ ہم کہتے کہ شاید آپ کسی دن کا روزہ بھی نہیں چھوڑیں گے اور کبھی مسلسل روزے نہ رکھتے تو ہم سمجھتے کہ آپ کبھی (نفلی) روزے نہیں رکھیں گے اور میں نے آپ کو کسی بھی ماہ کے مکمل روزے رکھتے نہیں دیکھا سوائے رمضان کے اور میں نے آپ کو شعبان سے زیادہ کسی ماہ کے روزے رکھتے نہیں دیکھا۔

یہاں لفظ کل سے مراد اکثر ہے نہ کہ مکمل مہینہ کیونکہ صحیح مسلم اور نسائی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: ''**ولا صام شہرا کاملا قط منذ قدم المدینۃ غیر رمضان**'' (فتح الباری: ۴/۲۱۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سے مدینہ طیبہ آئے سوائے رمضان کے کسی ماہ کے پورے روزے بھی نہیں رکھے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے: ''**ما صام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہرا کاملا قط غیر رمضان**'' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کے علاوہ کسی ماہ کے روزے کبھی بھی پورے نہیں رکھے۔ اور آپؐ کے نفلی روزہ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''**ویصوم حتی یقول القائل: لا واللہ لا یفطر ویفطر حتی یقول القائل لا یصوم**'' (بخاری مع الفتح)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی اس تسلسل سے روزے رکھتے چلے جاتے کہ کہنے والا کہتا واللہ آپؐ کوئی روزہ نہیں چھوڑیں گے اور آپؐ روزے ترک کرتے تو مسلسل ترک ہی کئے جاتے حتی کہ کہنے والا کہتا کہ واللہ آپ تو کبھی بھی (نفلی روزہ) نہیں رکھیں گے۔

مندرجہ بالا احادیث اور دوسری احادیث کا مجموعی مفاد یہ ہے کہ آپ حسب موقع اور حسب فرصت کبھی مسلسل روزے

رکھتے چلے جاتے اور کبھی مسلسل چھوڑتے ہی چلے جاتے۔

جب کہ ہر ماہ کے ایام بیض یعنی چاند کی تیرہ، چودہ، پندرہ تاریخ کے اور ہر ہفتہ میں پیر، جمعرات کے روزے بھی رکھا کرتے تھے اور ماہ رمضان کے بعد سب سے زیادہ افضل روزے تو ماہ محرم کے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم ودیگر کتب احادیث میں وارد ہے۔ البتہ آپؐ نے محرم سے بھی زیادہ شعبان کے روزے رکھے ہیں، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام نووی فرماتے ہیں کہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ آپ کو ماہ محرم کے روزوں کا شعبان کے روزوں کا افضل ہونا بعد میں بتایا گیا ہو اور عمر کے آخری مرحلہ میں اس بات کا علم ہونے کی وجہ سے آپؐ اس کے بکثرت روزے نہ رکھ سکے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اتفاق سے ماہ محرم میں سفر اور مرض وغیرہ کے عذر کے وجہ سے اس کے روزوں کی کثرت نہ فرما سکے ہوں۔ (فتح الباری: ۴/ ۲۱۵)

اور علامہ یمانی امیر صنعانی نے سبل السلام میں لکھا ہے کہ اس بات کا جواب یہ بھی دیا جا سکتا ہے کہ ماہ شعبان کے روزوں کی فضیلت حرمت والے مہینوں کی نسبت سے زیادہ ہو۔ (سبل السلام: ۱/ ۲/ ۱۶۸)

یعنی عام مہینوں کی نسبت سے تو شعبان کے روزے افضل ہوں مگر حرمت والے چار مہینے ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب اس سے مستثنیٰ ہوں کیونکہ ان چار مہینوں کی فضیلت ماہ رمضان کے سوا دوسرے مہینوں سے ویسے ہی زیادہ ہے اور پھر ان زیادہ فضیلت والے مہینوں میں سے بھی ماہ محرم کے روزے زیادہ فضیلت والے ہوں۔

اس سلسلے میں صحیح ترین بات وہ ہے کہ جو ابوداؤد، نسائی اور صحیح ابن خزیمہ میں ہے جس میں حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم سے پوچھا اے اللہ کے رسول! **الم اراک تصوم من شهر من الشهور ما تصوم من شعبان قال، ذلک شهر يغفل الناس عنه بين رجب ورمضان وشهر ترفع فيه الاعمال الى رب العالمين فاحب ان يرفع عملي وانا صائم**'' میں نے آپ کو ماہ شعبان جتنے (نفلی روزے کسی دوسرے) مہینے کے رکھتے نہیں دیکھا تو نبیؐ نے فرمایا یہ ایسا مہینہ ہے جو رجب اور رمضان کے درمیان ہے لوگ اس سے غافل ہیں (نیز فرمایا) یہ وہ مہینہ ہے کہ جس میں لوگوں کے اعمال اللہ رب العالمین کی طرف اٹھائے جاتے ہیں پس میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل ایسی حالت میں اٹھایا جائے کہ میں روزے کی حالت میں ہوں اور شعبان میں کثرت صیام کی ایک توجیہ یہ بھی منقول ہے کہ نبی کی ازواج مطہرات ماہ رمضان میں قضا ہونے والے روزے آپ کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے موخر کرتی رہتیں حتیٰ کہ شعبان آجاتا تو وہ اپنے قضاء شدہ روزے رکھتیں ساتھ ہی نبی بھی نفلی روزے رکھ لیا کرتے تھے۔ (فتح الباری)

آپ اس ماہ میں کثرت سے روزے رکھتے تھے اس کی توجیہات ذکر کر دی گئیں جن سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ماہ شعبان کے روزے مطلق ہیں نہ کہ پندرہ شعبان کا روزہ کیونکہ خاص پندرہ شعبان کے بارے میں پائی جانے والی روایت

ضعیف ہے اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پندرہ شعبان کے بعد نفلی روزے نہیں رکھنے چاہئیں۔ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد اور سنن دارمی میں ارشاد نبوی ہے: **''اذا انتصف شعبان فلا تصوموا حتی یکون رمضان''** (صحیح الجامع الصغیر للالبانی وصححہ ایضا فی المشکوٰۃ: ۱/۱۶۸)

بقول ملا علی قاری اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ شعبان کے روزے چاہے کتنے ہی فضیلت والے کیوں نہ ہوں مگر ہیں تو نفلی جبکہ آگے رمضان المبارک کے فرض روزوں کا مہینہ ہے لہٰذا اس کی تیاری کے لئے قوت جمع کی جائے تاکہ کہیں آدمی کمزوری وضعف کا شکار نہ ہو جائے اور کہیں اس مہینہ کے فرض روزوں میں قضاء کی نوبت نہ آجائے۔ (بحوالہ تحفۃ الاحوذی: ۳/۲۴۳)

اور بقول حافظ ابن حجر عسقلانیؒ شعبان میں کثرت صیام کی فضیلت یا نبیؐ کے کثرت صیام کی سنت اور نصف ثانی روزوں کی ممانعت میں کوئی تعارض وتضاد نہیں اور ان دونوں باتوں میں مطابقت یوں ممکن ہے کہ یہ ممانعت ان لوگوں کے لئے ہے جو عموماً سال بھر کے دوران روزے رکھنے کے عادی نہ ہوں اور کسی وجہ سے شعبان کے نصف ثانی میں شروع کردیں جبکہ ہر ماہ جو شخص ایام بیض، ہر ہفتہ میں پیر و جمعرات یا ہر دوسرے دن کا روزہ یعنی صوم داؤدی رکھنے کا عادی ہو اسے ان ایام میں روزے رکھنے سے بھی ممانعت نہیں ہوگی لہٰذا دونوں طرح کی حدیث کا تعارض ختم ہوگیا۔ (فتح الباری)

اسی طرح ماہ رمضان سے ایک یا دو دن قبل روزہ رکھنے کی بھی ممانعت احادیث میں آئی ہے ان دو یا صرف ایک روزے کی ممانعت بھی ان لوگوں کے لئے ہے جو رمضان المبارک کی ''سلامی'' کا روزہ سمجھ کر رکھیں اور سال بھر کے عادی روزہ دار کا چونکہ ایسی باتوں یا سلامیوں میں کوئی علاقہ نہیں ہوتا لہٰذا اس کی بات ہی الگ ہے اور خاص شعبان کی آخری تاریخ کا روزہ محض اس شک کی بناء پر رکھنا کہ شاید چاند ہوگیا ہے مگر کسی وجہ سے نظر نہ آسکا ہو لہٰذا ہم اس دن کا روزہ رکھ لیتے ہیں اس بات کی بھی نبیؐ نے سخت تردید فرمائی ہے اور شک کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد اور ترمذی، نسائی، موطا امام مالک میں مذکور احادیث کی رو سے شک کے دن کا روزہ رکھنا نہ صرف ممنوع بلکہ حرام ہے اور بعض محدثین وفقہاء: **صوم یوم الشک کالایام التی یحرم صومھا**، کے ضمن میں ہی ذکر کیا ہے۔

اب آیئے خاص پندرہ شعبان کے شب وروز کی طرف کہ جس کے دن کو بڑے اہتمام کے ساتھ روزہ رکھا جاتا ہے اور رات کو قیام کیا جاتا ہے اور اس رات کو شب برأت کہا جاتا ہے یا شب قدر کا نام دیا جاتا ہے حالانکہ محدثین وفقہاء رحمہم اللہ کے یہاں اس رات کے بارے میں شب برأت سے مراد دراصل لیلۃ القدر ہے جس میں اللہ نے قرآن نازل کرکے اس امت کے لئے نظام زندگی مہیا کیا اور جادۂ حق کی رہنمائی فرمائی لہٰذا یہ تعین کرنا ہوگا کہ نزول قرآن کی رات کونسی ہے اور کب ہے اور قرآن کس ماہ میں اور کس رات میں نازل کیا گیا اس رات کی صراحت خود قرآن کریم میں موجود ہے چنانچہ قرآن کریم سورہ بقرہ آیت: ۱۵۸، میں ارشاد

الٰہی ہے: رمضان المبارک وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو راہ بتلاتا ہے لوگوں کو اور اس میں کھلی دلیلیں ہیں ہدایت کی اور حق کو ناحق سے پہچاننے کی۔ اللہ نے اس آیت کریمہ میں نزول قرآن کے مہینے کی تعین فرمادی ہے جو کہ رمضان المبارک ہے اور پھر یہ قرآن کس رات میں نازل کیا گیا اس کا ذکر تیسویں پارے کی سورۂ قدر میں موجود ہے: انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ ارشاد الٰہی ہے کہ ہم نے اسے شب قدر میں نازل کیا اور یہ شب قدر صحیح احادیث کی رو سے ماہ رمضان المبارک کی آخری دس راتوں اور پھر ان میں سے بھی طاق راتوں یعنی ۲۱-۲۳-۲۵-۲۷ اور ۲۹ میں کوئی ایک رات ہے۔

اور نزول قرآن کی رات کو سورہ دخان کے ابتداء میں لیلۃ مبارکۃ فرمایا جیسا کہ قرآن میں ہے: قسم ہے اس کتاب مبین کی ہم نے اسے ایک مبارک رات میں نازل کیا اور ہم لوگوں کو (اپنے عذاب سے) متنبہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اسی رات میں ہر معاملہ کا حکیمانہ فیصلہ صادر کیا جاتا ہے ہمارے پاس حکم لیکر یعنی سال بھر میں جو بڑے بڑے کام سرانجام پانے ہوتے ہیں ان کا آخری فیصلہ اللہ کے حکم سے کر دیا جاتا ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ پیدائش واموات، خوشی ورنج کے جو بھی فیصلے ہوتے ہیں وہ اس مبارک شب میں ہوتے ہیں جس میں قرآن کریم نازل ہوا اور وہ شب مبارک شب قدر رمضان میں ہے نہ کہ ماہ شعبان میں شب فارسی ترجمہ ہے لیلۃ کا اور ہر دو زبانوں میں مشترک ہے لہٰذا لیلۃ القدر کو فارسی میں شب قدر کہا جاتا ہے یہ نام اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے ایک رات کو دیا ہے سورۂ دخان کی مذکورہ آیت لیلۃ مبارکہ سے بعض لوگوں نے پندرہ شعبان کی رات مراد لی ہے مناسب ہوگا کہ اس سلسلے میں مفسرین رحمہم اللہ کے اقوال نقل کر دیئے جائیں، چنانچہ معالم التنزیل المعروف تفسیر خازن میں ہے۔

''**قال قتادة وابن زید هی لیلة القدر انزل القرآن فی لیلة القدر**'' حضرت قتادہ وابن زید نے کہا ہے کہ لیلۃ مبارکہ سے وہ لیلۃ القدر مراد ہے جس میں اللہ نے قرآن نازل فرمایا اور آگے لکھا ہے ''**قیل هی لیلة النصف من شعبان**'' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد نصف شعبان کی رات ہے۔

اور یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ اہل علم کے نزدیک جو بات صحیح ہو اسے پہلے معروف کے صیغہ سے ذکر کر دیا جائے اور جو غیر اقوال ہوں انہیں مجہول کے صیغے قیل کے بعد لایا جاتا ہے لہٰذا یہ بات واضح ہوگئی کہ امام خازن کے نزدیک حضرت ابوقتادہ اور ابن زید کی تفسیر میں زیادہ معتبر اور صحیح تر ہے اور ان کے نزدیک لیلۃ مبارکہ سے مراد رمضان المبارک والی رات لیلۃ القدر ہی مراد ہے نہ کہ شعبان والی رات دوسرا قول مرجوح ہے۔

جمہور اہل علم کے نزدیک اس مبارک رات سے پہلے یعنی رمضان المبارک والی رات لیلۃ القدر مراد ہے، اور معروف محدث ومجتہد اور مفسر قرآن امام شوکانی تفسیر فتح القدیر میں لکھتے ہیں اللیلۃ المبارکۃ لیلۃ: القدر ہے کما فی قولہ تعالیٰ۔

لیلۃ مبارکہ سے مراد لیلۃ القدر ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

(انا انزلناہ فی لیلۃ القدر) میں مذکور ہے اس کے چار نام ہیں: لیلۃ مبارکہ، لیلۃ البرأۃ، لیلۃ المبارک یعنی (اقرار نامہ کی رات) اور لیلۃ القدر کیونکہ یہاں تو اللہ تعالیٰ نے مجمل ذکر فرمایا ہے مگر سورۂ بقرہ کی آیت (شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن) میں واضح کردیا ہے اسی طرح سورۂ قدر: انا انزلناہ فی لیلۃ القدر، میں بھی وضاحت ہے۔

ترجمان القرآن حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہی ثابت ہے کہ اس رات سے رمضان والی لیلۃ القدر ہی مراد ہے۔

امام رازیؒ نے اپنی تفسیر المعروف تفسیر کبیر میں لیلۂ مبارکہ سے لیلۃ القدر مراد ہونے کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ: ''القائلون بان المراد من اللیلۃ المبارکہ المذکورۃ فی ھذہ الآیۃ ھی لیلۃ النصف من شعبان فما رأیت لھم دلیلا یعول'' آیت میں لیلۃ مبارکہ سے مراد نصف شعبان کی رات ہے اس کے پاس کوئی قابل اعتماد دلیل نہیں ہے۔

معروف محدث مورخ مفسر امام ابن کثیر نے اسی بات کی تائید فرمائی ہے اس رات سے مراد لیلۃ القدر ہی ہے:''من قال انھا لیلۃ النصف من شعبان فقدا بعد النجعۃ فان نص القرآن إنھا فی رمضان'' جو شخص اس رات کو پندرہ شعبان کی رات کہے اس کی بات دور کی کوڑی یا بعید از حقیقت ہے کیونکہ نص قرآن سے ثابت ہے کہ وہ رات رمضان المبارک میں ہے اور قاضی ابوبکر ابن العربی احکام القرآن میں رقمطراز ہیں۔

جمہور علماء کے نزدیک اس سے رمضان کی لیلۃ القدر ہی مراد ہے اور پندرہ شعبان والا قول باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صادق اور قاطع نزاع کتاب قرآن کریم میں فرمایا ہے: رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا اسی طرح اللہ نے یہ نص مہیا فرمادی ہے کہ نزول قرآن کا مہینہ ماہ رمضان ہے پھر یہاں اس رات کے وقت کو ان الفاظ میں تعبیر فرمایا کہ اس مبارک رات میں نصف شعبان والی رات کی فضیلت اور نسخ شیخ اجال کے بارے میں کوئی قابل اعتبار اور قابل اعتماد نہیں۔(احکام القرآن)

ان تفسیری حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سورۂ دخان آیت: ۳، میں مذکور رات رمضان المبارک والی لیلۃ القدر ہے نہ کہ شعبان والی رات۔

اور محدث برصغیر علامہ عبدالرحمن مبارکپوری تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی میں رقمطراز ہیں کہ بے شک آیت: انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ، میں لیلۃ مبارکہ سے مراد جمہور کے نزدیک لیلۃ القدر ہے بعض اسے نصف شعبان کی رات سمجھتے ہیں مگر جمہور کا مسلک ہی صحیح ہے۔

اس رات میں حلوے مانڈے آتش بازی چراغاں اور روحوں کی آمد کا تصور قبرستان کی زیارت دن کا روزہ رات میں نمازوں کا اہتمام اس رات کو حلوہ پکانا سنت بتلاتے ہیں ایسے لوگوں کی تردید کرتے ہوئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب ماثبت فی السنۃ ص: ۲۱۴، پر فضائل شعبان کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ اس رات امیر سید الشہداء حمزہ شہید ہوئے تھے اور اسی رات اللہ کے رسول کے دندان

مبارک شہید ہوئے تھے تو آپ نے حلوہ تناول فرمایا تھا یہ بالکل لغو اور بے اصل بات ہے کیونکہ مورخین کا اتفاق ہے کہ غزوہ احد ماہ شوال ۳ھ میں واقع ہوا تھا نہ کہ شعبان میں لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا درست نہیں اور اسی طرح مخصوص دن اور اوقات میں حلوہ بنانا اور چنے کی دال پکانا بدعت ہے درست نہیں ہے اور ایسے ہی مجدد ومجتہد شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے بھی اقتضاء الصراط المستقیم میں فرمایا ہے: ''**وکذالک اتخاذہ موسما تضع فیہ الاطعمۃ وتظھر فیہ الزینۃ ھو من الموسم المحدثۃ التی لا اصل لھا**'' (اقتضاء الصراط المستقیم) اور اس پندرہ شعبان کی رات کو تہوار منانا کھانے پکانا اور زیب وزینت کا اظہار کرنا بھی ہے اور یہ بدعات کی قبیل سے ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

چراغاں آتش بازی پٹاخے چھوڑنا موم بتیاں یا شمعیں جلانا اسلام میں اس کا تصور نہیں بلکہ یہ شرعاً افعال قبیح ومذموم ہیں یہ اسراف وتبذیر بھی ہے۔

''**ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربہ کفورا**'' بے جا فضول خرچی نہ کرو بے شک بے جا مال اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

فوت شدگان کی روحوں کی آمد کا تصور سراسر باطل ہے کیونکہ فوت شدگان برزخی زندگی سے وابستہ ہوجاتے ہیں اور عالم برزخ کا عالم دنیا سے کوئی تعلق نہیں اور کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ اس رات روحیں اپنے گھروں کو واپس آتی ہیں۔

بلکہ سورۂ مومن آیت ۹۹-۱۰۰ر میں تو بدعملی میں مبتلا لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا: **حتی اذاجاء احدھم۔۔الخ**۔ یہاں تک جب ان میں سے کسی کو موت آجائے گی تو کہنا شروع کردے گا کہ اے میرے رب! مجھے اس دنیا میں واپس بھیج دے امید ہے کہ اب میں نیک عمل کروں گا جسے چھوڑ آیا ہوں ہرگز نہیں یہ تو بس ایک بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے اب ان سب مرنے والوں کے پیچھے ایک برزخ پردہ حائل ہے جو دوسری زندگی کے لئے اٹھائے جانے کے دن قیامت تک رہے گا۔

تیسویں پارے کی سورۃ القدر کے الفاظ: **تنزل الملائکۃ والروح فیھا**، سے دھوکہ کھاتے یا مغالطہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس رات لیلۃ القدر میں فرشتے اور روحیں اترتی ہیں اور یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اس سے روحوں کا اترنا مراد ہے اس سے فوت شدگان کی روحیں نہیں بلکہ روح الامین حضرت جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔

قرآن کریم میں کئی مقامات پر بھی روح الامین اور روح القدس-وروح کے ناموں سے ذکر کیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت ۸۷-۲۵۳ر میں روح القدس سے مراد جبرئیل علیہ السلام کی اپنی روح پاک مراد ہے جسے اللہ نے قدسی صفات بنایا تھا، پھر سورۂ مائدہ آیت: ۱۱۰ر میں بھی یہی بات مذکور ہے سورۂ نمل کی آیت: ۲ر میں روح سے مراد روح نبوت ہے یا علم وحی ہے فوت شدگان کی روحیں نہیں۔

سورۂ نحل ہی کی آیت: ۱۰۲ر میں روح القدس حضرت

جبرئیل کو کہا گیا ہے۔ سورۂ شعراء آیت: ۱۹۳/سورۂ معارج آیت: ۴/اور سورۂ نباء آیت: ۳۸/میں روح الامین اور روح سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

لہٰذا جہاں کہیں بھی روح کا استعمال ہوا ہے عمومی طور پر یہ حضرت جبرئیل ہی مراد ہیں، مرے ہوؤں کی روحیں مراد نہیں ہے روحوں کی آمد کا تصور غلط ہے یہ عقیدہ اہل السنہ کے خلاف ہے۔

رہا زیارت قبور تو بعض شرکیہ ہیں بعض بدعیہ بعض شرعیہ، شرکیہ اور بدعیہ کو چھوڑ کر شرعیہ کے پیش نظر موقع بہ موقع اپنے گاؤں کے قریبی قبرستان میں جایا جاسکتا ہے لیکن وہ بھی صرف انفرادی شکل میں ہی ہو تو مفید ہے اور زیادہ عبرت انگیز ہوگی۔

اور جب بہت سارے مل کر قبرستان جاتے ہیں تو وہ فوائد حاصل نہیں ہوتے موجودہ حالات میں آپ جو مشاہدہ کر سکتے ہیں جو مسلمانوں کی حالت ہے اور شعبان کی اس رات کی فضیلت کے پیش نظر بطور خاص زیارت کے لئے جانا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اور اس سلسلے میں ترمذی شریف وابن ماجہ کی جو روایت بیان کی جاتی ہیں محدثین کرام نے اس کی سند پر کلام کیا ہے اور اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

لہٰذا محض اس روایت کو بنیاد بنا کر پندرہ شعبان کی رات جوق درجوق اجتماعی شکل میں اور باجماعت زیارت قبور کے لئے جانا درست نہ ہوگا۔

خاص نصف شعبان کا روزہ تو اس سلسلہ میں وہ باتیں جو اس تعلق سے پہلے کی جاچکی ہیں مستحضر کرلیں کہ نبی ﷺ بلا تخصیص یوم، اس ماہ شعبان کے بکثرت روزے رکھا کرتے تھے اور جو شخص صوم داؤدی (یعنی ایک دن روزہ ایک دن افطار کا عادی ہو) وہ اس ماہ کے روزے حسب معمول رکھ سکتا ہے۔ اس میں چاہے پندرہ شعبان کا روزہ ہو پھر رمضان سے ایک یا دو دن قبل کا روزہ بھی کیوں نہ آجائے اور وہ شخص ہر ماہ ایام بیض یعنی چاند کی تیرہ، چودہ، پندرہ تاریخ کا روزہ رکھتا آرہا ہے وہ بھی بلا اختلاف اس دن کا روزہ رکھ سکتا ہے کیونکہ وہ پندرہ شعبان کا روزہ نہیں رکھے گا بلکہ ساتھ ہی چودہ اور تیرہ کا بھی رکھے گا اور وہ صرف ماہ شعبان میں ایسا نہیں کررہا ہے بلکہ وہ سال بھر کے تمام مہینوں میں مسلسل یہ عمل کرتا چلا آرہا ہے اور اس طرح ہی وہ شخص جو ہر ہفتہ میں پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتا ہے وہ پندرہ شعبان کی پیر کا دن یا جمعرات کا دن آجانے کی شکل میں روزہ رکھ سکتا ہے اسے کوئی ممانعت نہیں اور پیر یا جمعرات کا دن رمضان سے ایک یا دو دن قبل آجائے تو بھی اسے حسب معمول روزہ رکھ لینے کی اجازت ہے۔ ورنہ پندرہ شعبان سے لیکر آخر شعبان تک غیر عادی اور عام آدمی کی روزہ رکھنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

محدث برصغیر علامہ عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں تحفۃ الاحوذی: ۳-۴۴۴/ **لم اجدفی صوم یوم لیلۃ النصف من شعبان حدیثا صحیحا مرفوعا۔** نصف شعبان کے دن کے روزے کے بارے میں کوئی ایک بھی صحیح سند والی اور نبی تک پہنچنے والی مرفوع حدیث نہیں ملی۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **فاماصوم یوم النصف مفرد فلا**

اصل افرادہ مکروہ۔ صرف اکیلے پندرہ شعبان کا روزہ رکھنا لااصل ہے بلکہ یہ مکروہ ہے۔

امام سیوطی اور امام شوکانی نے الفوائد المجموعہ میں مذکورہ حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔

اور جو روایت حضرت علی سے مروی ہے ابن ماجہ میں ہے جس میں مذکور ہے کہ جب نصف شعبان کی رات آئے تو اس رات کو قیام کرو دن کو روزہ رکھو رات کو نماز پڑھو بے شک اللہ تعالیٰ اس رات غروب آفتاب کے وقت آسمان دنیا پر اتر آتا ہے اور فرماتا ہے کیا کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ میں اسے بخش دوں کیا کوئی رزق طلب کرنے والا ہے کہ میں اسے رزق سے نوازوں؟ کوئی مصیبت زدہ ہے کہ میں اسے عافیت بخش دوں؟ کیا کوئی فلاں فلاں حاجت والا ہے کہ اس کی حاجت پوری کردوں یہاں تک کہ فجر طلوع ہوجائے۔

اس حدیث کو حافظ منذری نے الترغیب والترھیب میں روی کے صیغہ تمریض وتضعیف سے ذکر کیا ہے اور مصباح الزجاجہ فی الزوائد ابن ماجہ میں علامہ بوصیری نے کہا ہے اسنادہ ضعیف لضعف ابن ابی سبرہ واسمہ ابوبکر بن عبداللہ بن محمد بن ابی سبرہ اس روایت کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کے رواۃ میں ایک راوی ابن ابی سبرہ ہے جس کا پورا نام ابوبکر بن عبداللہ بن محمد بن ابی سبرہ ہے وہ ضعیف ہے۔

اور امام احمد بن حنبل اور امام ابن معینؒ نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ روایات وضع کیا کرتا تھا یعنی من گھڑت باتوں کو حدیث کے نام سے بیان کرتا تھا اور علامہ عبدالرحمن مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی ابوبکر بن عبداللہ بن محمد بن ابی سبرہ قرشی عامری مدنی ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے اس کا نام عبداللہ ہے اور محمد بھی کہا گیا ہے اور کبھی وہ اپنے دادا کی طرف اسے منسوب کیا جاتا ہے۔

اور امام احمد کے فرزند عبداللہ اور صالح نے اپنے والد کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ مذکورہ راوی روایات گھڑا کرتا تھا اور امام نسائی نے اسے متروک قرار دیا ہے۔

ایک دوسری روایت حضرت علی کی طرف منسوب کی گئی ہے اور کہا گیا: ''**فان اصبح فی ذالک الیوم صائما کان کصیام ستین سنۃ ماضیہ وستین مستقبلۃ**'' جو آدمی اس دن (یعنی پندرہ شعبان) کا روزہ رکھے گا اسے ساٹھ گذشتہ سالوں اور ساٹھ آئندہ سالوں کے روزہ کا ثواب ملے گا۔

یہ روایت امام ابن الجوزی نے اپنی کتاب الموضوعات میں ذکر کی اور اس پر لکھا ہے موضوع واسنادہ مظلم یہ موضوع ومن گھڑت روایت ہے اور اس کی سند تاریک وسیاہ ہے۔ (تحفۃ الاحوذی: ۳/۴۴۴)

لہٰذا پندرہ شعبان کا روزہ شروع میں ذکر کئے گئے اسباب کی بناء پر رکھا جائے تو جائز اور اگر ان میں سے کوئی نہ ہو اور محض مذکورہ روایات کو بنیاد بنا کر روزہ رکھا جائے تو ناجائز وناروا ہے کیوں کہ یہ من گھڑت ضعیف روایات قابل استدلال نہیں ہے۔

اس میں کوئی بات ایسی نہیں ملتی جس سے یہ پتہ چلتا ہو یا

اشارہ ملتا ہو کہ اس رات میں تہوار منایا جائے شب بیداری کا اہتمام کیا جائے اور مخصوص شکل وصورت اور کمیت وکیفیت کی نمازیں ادا کی جائیں جیسا کہ آج کل رواج چل پڑا ہے۔

شعبان کی درمیانی یا پندرہویں رات کو ایک مخصوص نماز پڑھی جاتی ہے جسے صلاۃ الخیر یا صلاۃ الالفیہ بھی کہا جاتا ہے۔ (شیخ علی محفوظ کی کتاب الابداع:۲۸۹،طبع بیروت)

اس کے بارے میں اکثر محدثین رحمہا اللہ علماء کی رائے یہ ہے کہ کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں چنانچہ شارح مسلم امام نووی اپنی کتاب المجموع شرح المہذب میں فرماتے ہیں صلاۃ الرغائب کے نام سے معروف نماز جو ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی رات مغرب اور عشاء کے مابین پڑھی جاتی ہے جس کی بارہ رکعتیں ہوتی ہیں۔

اور پندرہ شعبان کی رات کو ایک نماز سو رکعتوں پر مشتمل پڑھی جاتی ہیں یہ دونوں نمازیں بدترین بدعت اور کتاب قوت القلوب اور احیاء علوم الدین میں ان نمازوں کے مذکور ہونے سے دھوکہ نہ کھایا جائے اور ان نمازوں کے بارے میں بیان کی جانے والی روایت سے ہی دھوکہ میں نہ آنا چاہئے کیونکہ یہ سب باطل ہیں۔

اور امام ابوبکر طرطوشی نے اپنی کتاب الحوادث والبدع میں امام ابومحمد عبدالرحمن مقدسی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بیت المقدس میں یہ نماز صلاۃ الرغائب نہیں پڑھی جاتی تھی جو کہ رجب میں پڑھی جاتی ہے اور نہ ہی پندرہ شعبان کی رات والی نماز کا رواج تھا۔

''واول ماحدثت عندنا صلوۃ شعبان فی سنۃ ثمان واربعین واربعمائۃ '' اور یہ شعبان والی نماز تو ۴۴۸ھ میں ایجاد کی گئی۔

اور آگے بیت المقدس میں اس نماز کے آغاز کا واقعہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں نابلس سے ایک شخص ابن ابی حمراء بیت المقدس میں آیا جو بڑا خوش الحان قاری تھا اس نے مسجد اقصیٰ میں یہ نماز پڑھانا شروع کی پہلے پہل اس کے ساتھ صرف ایک ہی آدمی تھا پھر دوسرا تیسرا اور چوتھا مل گیا اور نماز مکمل کرنے تک ایک بڑی جماعت اس سے مل گئی اور یہی شخص آئندہ سال بھی آیا تو اس کے ساتھ ایک خلق کثیر نے نماز پڑھی اور اس کا مسجد اور گھروں میں عام ہو گیا اور یہ پھر سلسلہ ایسا چلا کہ آج تک اسے پابندی سے ادا کیا جاتا ہے گویا کہ وہ کوئی مسنون عمل ہو۔

امام طرطوشی فرماتے ہیں کہ میں نے امام مقدسی سے پوچھا: کیا آپ نے لوگوں کو یہ نماز با جماعت ادا کرتے ہوئے خود دیکھا ہے؟ تو انہوں نے کہا ہاں اور اس پر اللہ سے مغفرت کی دعا بھی فرمائی اور استغفر اللہ کہا اور یہ استغفار غالباً اس بناء پر ہوگا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ایک بدعت کو مروج دیکھا مگر اسے روک نہ سکا اور بدعات کا محاسبہ کرنے والے علماء امت میں سے امام شہاب الدین المعروف ابوشامہ نے اپنی کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث میں ماہ رجب والی صلاۃ الرغائب اور اس شعبان والی نماز جسے انہوں نے الصلاۃ الالفیہ کہا ہے ان دونوں کی پرزور تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ بدعت ہیں اور ان کے بارے میں پائی جانے والی اور بیان کی جانے والی روایات ضعیف ہیں اور موضوع ومن گھڑت ہیں الباعث انکار البدع

والحوادث شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کہتے ہیں جامع مسجد یا محلوں میں راستوں اور بازاروں کی دیگر مساجد میں یہ جو الصلاۃ الالفیہ کے لئے اکٹھا ہوا جاتا ہے یہ مُحدِث ہے اور یہ اجتماع جو ایک مقررہ وقت مقررہ رکعت اور مقررہ قرأت والی نفلی نماز کے لئے ہے یہ غیر مشروع اور بدعت ہے اور الصلاۃ الالفیہ والی روایت اہل علم محدثین کے اتفاق کے ساتھ من گھڑت ہے۔

اور ابن الجوزی نے الحسن والحسین میں مذکورہ روایت کی سند کو موضوع اور باطل قرار دیا ہے۔(بحوالہ الابداع:۲۸۸)

اور الصلاۃ الالفیہ یا ہزاری نماز کا نام رکھے جانے کی وجہ دراصل یہ ہے کہ اس کی سو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں اور ہر رکعت میں دس مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھی جاتی ہے اسی طرح ایک نماز میں ہزار مرتبہ سورہ اخلاص کے پڑھے جانے کی وجہ سے اسے ہزاری نماز کا نام دیا گیا ہے۔(الباعث:۳۲)

اور دوسری روایت میں ابن ابی ملیکہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہیں بتایا گیا زیاد النمیری کہتا ہے کہ نصف شعبان کی رات کا ثواب رمضان کی لیلۃ القدر جتنا ہے تو ابن ابی ملیکۃ نے کہا: **لوسمعته منه وبيدي عصا لضربته بها وكان زياد قاضياً**(البدع والنہی عنہا:۴۶)

اگر میں اس سے یہ بات سنتا اور اس وقت میرے ہاتھ میں ڈنڈا ہوتا تو میں اسے اس سے مارتا جب کہ یہ زیاد اس وقت قاضی کے عہدے پر فائز تھا۔

حافظ عراقی نے تخریج احیاء علوم الدین میں لکھا ہے کہ نصف شعبان کی رات والی نماز کی حدیث باطل ہے نبیؐ کی طرف گھڑ کر منسوب کی گئی ہے۔اور امام شوکانی نے الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ میں مذکورہ نماز کو جعلی و خود ساختہ قرار دیا ہے۔

جو کام خود نبی نے نہ کیا ہو صحابہ کرام سے بھی ثابت نہ ہو اس میں جواز یا استحباب کہاں سے آئے گا اور موقع آنے اور کوئی امر مانع نہ ہونے کے باوجود نبی ﷺ اور صحابہؓ کے اسے نہ کرنے سے کسی فعل کی غیر مشروعیت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

خلاصہ کلام شعبان کی پندرہویں رات میں پڑھی جانے والی مخصوص عدد کی رکعات اور مخصوص عدد کی سورہ اخلاص والی نمازیں کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں نہ باجماعت نہ بلا جماعت نہ سرا نہ جہرا یہ خود ساختہ ہے۔

احادیث نصف شعبان : پہلی حدیث حضرت معاذ بن جبل سے مرفوعاً مروی ہے جسے ابن ابی عاصم نے السنہ میں ابن حبان نے اپنی صحیح میں بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عساکر نے تاریخ میں طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے۔

جس میں: ''**يطلع الله تبارك وتعالىٰ على خلقه ليلة النصف من شعبان فيغفر لجميع خلقه إلا لمشرك أو مشاحن** '' اللہ تبارک وتعالیٰ پندرہویں شعبان کی رات اپنی مخلوقات کی طرف دیکھتا ہے اور مشرک و کینہ پرور کے سوا سب کو بخش دیتا ہے۔علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں طبرانی کی روایت کے بارے میں کہا ہے کہ ان دونوں کی اسناد کے رواۃ ثقہ ہے۔

علامہ ذہبی نے حدیث معاذ کی سند میں انقطاع واضح کرتے

ہوئے لکھا ہے کہ مکحول مالک بن یخامر سے ملے ہی نہیں تو اس سے بیان کیسے کررہے ہیں؟

شیخ البانیؒ کہتے ہیں اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس کی سند حسن تھی کیونکہ اس کے تمام راوی بقول منذری ثقہ ہیں۔

دوسری حدیث: حضرت ابوثعلبہ سے مرفوعاً مروی ہے جسے ابن ابی عاصم لالکائی اور طبرانی نے بیان کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی احوص بن حکیم ہیں مجمع الزوائد میں علامہ ہثیمی نے ضعیف قرار دیا ہے اور امام منذری نے اسے الترغیب والترھیب میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت طبرانی اور بیہقی میں مکحول کے واسطہ سے ابوثعلبہ سے مروی ہے اور بیہقی نے کہا ہے کہ یہ روایت مکحول اور ابوثعلبہ کے مابین مرسل جید ہے اور مرسل روایت کے حجت ہونے یا نہ ہونے میں بھی اختلاف ہے۔

تیسری حدیث: حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً مروی ہے جس کی تخریج امام ترمذی نے اپنی سنن میں ابن ماجہ نے اپنی سنن میں امام احمد نے اپنی سنن میں کی ہے جس میں ہے: ''**ان اللّٰہ تعالی ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم کلب**'' (تحفۃ الاحوذی) بے شک اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ گنہگاروں کو معاف کرتا ہے۔

قبیلہ بنی غنم کا نام اس لئے لیا گیا ہے کہ عربوں میں سب سے زیادہ بکریوں والا یہی قبیلہ تھا اور شارح ترمذی نے لکھا ہے کہ ابہری نے الازھار سے نقل کیا ہے کہ یہاں بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ گناہوں کی بخشش و معافی مراد ہے نہ کہ اتنے گنہگاروں کی بخشش بہرحال گنہگاروں کی بخشش مراد ہو یا گناہوں کی اللہ کے خزانوں میں کسی کے لئے بھی کمی نہیں ہے۔

لیکن اس روایت کے بعد خود امام ترمذی نے کہا ہے کہ میں نے امام بخاری کو سنا ہے کہ وہ اس روایت کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور اس سند میں دو جگہ انقطاع بیان کیا کہ حجاج اور یحییٰ عروہ کے مابین انقطاع ہے کہ یحییٰ نے عروہ سے نہیں سنا جبکہ اس روایت کے ایک راوی حجاج بن ارطاۃ کو بھی محدثین نے مدلس قرار دیا ہے اور مدلس کی وہ روایت قابل قبول ہوتی ہے جس میں وہ یہ کہے کہ میں نے یہ بات فلاں سے سنی جبکہ اس کی روایت میں ایسا نہیں بلکہ حجاج نے عنعنہ سے کام لیا ہے جس سے ان کی سماع کی صراحت نہیں ہوتی اور امام بخاری کا اس حدیث کو ضعیف قرار دینا یقیناً ان ہی اسباب کی بناء پر ہوگا۔ (الصحیحہ للالبانی: ۳/۱۳۸)

اس کے علاوہ اور بہت ساری روایتیں اس طرح کی اس تعلق سے ملتی ہیں امام ابن تیمیہؒ نے اقتضاء الصراط المستقیم میں تعدد حدیث کی بناء پر اور امام احمد کی نصوص کے پیش نظر اس رات کی فضیلت مانی ہے۔

اور دور حاضر کے معروف محدث شیخ البانی نے متعدد طرق نقل کئے ہیں اور مذکورہ حدیث غیر ایک کو صحیح قرار دیا ہے جو اس رات کی فضیلت کے ثابت ہونے کی دلیل ہے۔ (**الصحیحہ للالبانی: ۳/۱۳۵**)

ویسے بھی کسی رات کا فضیلت والا ہونا کسی خاص عبادت کو مستلزم نہیں ہوا کرتا۔

☆☆☆

احکام ومسائل

رمضان المبارک کے احکام ومسائل

● ابوعبداللہ عنایت اللہ مدنی

ماہ رمضان بڑی رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ ہے۔اس مہینہ کا صوم (روزہ) اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک اہم ترین رکن ہے، جوتمام مسلمانوں پرفرض ہے۔رمضان المبارک کا صوم تقویٰ وپرہیز گاری کا ضامن اور گنہگاروں کیلئے اس مہینہ کی رحمتوں اور برکتوں کے سائے میں رہ کراپنے گناہوں کودھلنے اورنیکیاں سمیٹنے کا موسم بہار ہے۔آیئے رمضان اور صیام رمضان کے احکام ومسائل ملاحظہ کریں۔

رمضان المبارک کے فضائل وخصائص:

اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کو دیگر مہینوں پر بے شمار خصائص وفضائل کے ذریعہ ممتاز بنایا ہے۔چند فضائل درج ذیل ہیں:

۱۔ ماہِ رمضان المبارک نزول قرآن کا مہینہ ہے۔(البقرۃ :۱۸۵)

۲۔ رمضان میں ایک ایسی قدر والی رات ہے جوایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔(القدر:۳)

۳۔ اس ماہ میں سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں۔(متفق علیہ)

۴۔ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں،اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔(متفق علیہ)

۵۔ ہر رات اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے۔(صحیح سنن ابن ماجہ للالبانی،۱/۱۳۳۱)

۶۔ نیکیوں کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''رمضان کا عمرہ حج کے برابر ہے'' (متفق علیہ)

۷۔ صائم کی منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پاکیزہ ہے۔(متفق علیہ)

صوم کا لغوی وشرعی مفہوم:

صوم کے لغوی معنی: رک جانے یا روک لینے کے ہیں،اور شریعت کی اصطلاح میں''مکلف کا عبادت کی نیت سے صبح صادق سے لے کرغروب آفتاب تک کھانے، پینے اور مباشرت کرنے وغیرہ سے رک جانا'' صوم کہلاتا ہے۔(فتح الباری:۴/ ۱۲۳)

صوم کی فرضیت:

صوم کی فرضیت شعبان ۲ھ میں ہوئی،اس کی فرضیت کتاب اللہ ،سنت رسول ﷺ اور اجماعِ امت سے ثابت ہے،سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:{ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ } [البقرۃ: ۱۸۳]''اے ایمان والو! تم پر صوم فرض کیا گیا ہے،جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم متقی ہوجاؤ''۔

صحیح بخاری میں حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا،اور کہنے

گا:"۔۔۔أخبرني بما ذا فرض الله علي من الصيام"،"مجھے بتایئے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنے صوم فرض کئے ہیں" تو آپ ﷺ نے فرمایا:"شهر رمضان إلا أن تطوع"،"ماہِ رمضان کے، الا یہ کہ تم نفلی صوم رکھو" (بخاری)

نیز صوم کی فرضیت پر سلف امت کا اجماع ہے، اس کا منکر مرتد اور اسلام سے خارج ہے۔

صوم کی اہمیت وفضیلت:

صوم کی اہمیت وفضیلت پر بے شمار احادیث دلالت کرتی ہیں، مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ ہوں:

[۱] اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:"من صام رمضان إيماناًو احتساباًغفر له ماتقدم من ذنبه"، (متفق علیہ) "جس نے ماہ رمضان المبارک کے صیام ایمان کے ساتھ اور اجر وثواب کی نیت سے رکھے اسکے گذشتہ تمام گناہ معاف کردیئے گئے"۔

[۲] حدیث قدسی میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"كل عمل ابن آدم له إلا الصوم فإنه لي وأنا أجزي به، والصيام جنة" (متفق علیہ) "ابن آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہے سوائے صوم کے، کیونکہ وہ میرے لئے ہے، میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، اور صوم (گناہوں اور جہنم کی آگ سے بچاؤ کیلئے) ڈھال ہے"۔

[۳] صوم قیامت کے روز صائم کی سفارش کرے گا، (صحیح الترغیب والترہیب، للالبانی، ۱/۹۷۴)

[۴] صائمین کیلئے قیامت کے روز جنت میں داخلہ کیلئے ایک خاص دروازہ ہوگا جسکا نام "ریان" ہے۔ (متفق علیہ)

[۵] رمضان المبارک پالینے کے باوجود بخشش نہ کراپانے والا ہلاک وبرباد ہے۔ (صحیح الترغیب والترہیب للالبانی، ۱/۱۸۵)

مذکورہ بالا چند احادیث سے صوم کی اہمیت اور فضیلت کا بخوبی انداز کیا جاسکتا ہے۔

رمضان المبارک کے خصوصی اعمال وعبادات:

ذیل میں رمضان المبارک میں کئے جانے والے ان خصوصی اعمال وعبادات کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس ماہ مبارک میں مشروع ہیں، اور ان میں سے بعض کا تاکیدی حکم ہے، ہمیں چاہیئے کہ ہم ان عبادات کی انجام دہی کرتے ہوئے اپنے گناہوں کو دھلنے، اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں جمع کرنے کی کوشش کریں۔

۱۔صوم:

اس ماہ مبارک کی سب سے اہم اور عظیم عبادت صوم ہے، جو تمام مسلمانوں پر فرض ہے، اور اس کا اجر وثواب بے حساب ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"ابن آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہے، نیکی کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھادیا جاتا ہے، اللہ عز وجل فرماتا ہے سوائے صوم کے، کیونکہ وہ میرے لئے ہے، میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، اپنی خواہشات اور کھانا پینا میری خاطر ترک کرتا ہے، صائم کیلئے دو خوشیاں ہیں، ایک افطار کے وقت اور ایک جب اپنے رب سے ملاقات کرے گا، اور صائم کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے پاکیزہ تر ہے" (متفق علیہ)

تاہم یہ اجر وثواب صرف بھوکا پیاسا رہنے سے حاصل نہیں ہو سکتا، بلکہ اس کیلئے کھانے پینے کے ساتھ ساتھ ہر طرح کی غلط کاریوں مثلاً، گالی گلوچ، غیبت وچغلخوری، جھوٹ اور اس طرح کی دیگر لغویات سے پرہیز کرنا ازحد ضروری ہے، تاکہ صوم کی

اصل روح 'تقویٰ' مفقود نہ ہونے پائے، جس پر اجر عظیم کا حصول موقوف ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو شخص جھوٹ بولنا، اس پر عمل کرنا اور جہالت نہ ترک کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں'' (بخاری)

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''صوم ڈھال ہے، جب کسی کے صوم کا دن ہو تو فحش کلامی، بیہودہ گوئی اور جہالت کی باتیں نہ کرے، اگر کوئی اس سے گالی گلوچ کرے تو کہہ دے کہ میں صائم ہوں'' (متفق علیہ)

لہٰذا میرے بھائی! ہمیں چاہیئے کہ حالت صوم میں ہر طرح کے فضول اور بیہودہ قول وفعل سے کلی اجتناب کریں، تاکہ ہمارے صیام عنداللہ شرف قبولیت سے ہمکنار ہوں۔

۲۔قیام اللیل (تراویح):

رمضان کی راتوں میں پابندی کے ساتھ تراویح کی ادائیگی کا اہتمام بڑے اجروثواب کا کام ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''من قام رمضان إيماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه''، (متفق علیہ) ''جو شخص ماہ رمضان میں ایمان اور اجروثواب کی نیت سے قیام اللیل کرتا ہے اسکے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں''۔

نیز پابندی کے ساتھ اخیر تک تراویح مکمل کرنے سے اجر وثواب دوبالا ہو جاتا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جو اپنے امام کے ساتھ اخیر تک قیام اللیل کرتا ہے اس کیلئے رات بھر کا قیام اللیل لکھ دیا جاتا ہے'' (صحیح الجامع: ۱۶۱۵)

تراویح، قیام اللیل اور تہجد ایک ہی چیز کے کئی نام ہیں، اس کی مسنون تعداد وتر سمیت گیارہ یا تیرہ رکعت ہے، (بخاری) البتہ اس سے کم وبیش پڑھنے کی بھی اجازت ہے، قیام اللیل سے متعلق کئے گئے سوال کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیام اللیل دو دو رکعت ہے، جب تم میں سے کسی کو صبح ہونے کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت پڑھ کر ماسبق کو وتر بنالے'' (متفق علیہ)

۳۔تلاوت قرآن کریم:

ماہ رمضان نزول قرآن کا مہینہ ہے، حضرت جبریلؑ رسول اللہ ﷺ کو ماہ رمضان میں قرآن کا دور کراتے تھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: { شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ } [البقرة: ۱۸۵] ''ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا''۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اس ماہ میں کثرت سے کتاب اللہ کی تلاوت کرے، اور اللہ سے رو کر اپنے گناہوں کی معافی طلب کرے۔

اور اس مناسبت سے سلف صالحین صحابہ کرام وغیرہم سے بڑا اہتمام منقول ہے، حضرت عثمانؓ، قتادہؒ، امام شافعیؒ، امام زہریؒ، سفیان ثوریؒ وغیرہم رمضان المبارک میں اپنے تمام کاموں کو چھوڑ کر تلاوت قرآن میں منہمک ہو جاتے تھے۔

۴۔صدقہ وانفاق:

رمضان میں صدقہ و انفاق بھی ایک مبارک عمل ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رمضان میں کیا گیا صدقہ سب سے افضل ہے'' (ترمذی)، نیز حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ فیاض تھے، اور رمضان میں حضرت جبریلؑ کی ملاقات پر آپ کا جود وکرم اور بڑھ جاتا، حتیٰ کہ آپ رحمتوں اور برکتوں سے لدی ہوئی ہوا سے

بھی زیادہ سخی ہوجاتے"(بخاری)۔

صدقہ وانفاق کی چند صورتیں یہ ہیں:

☆ کھانا کھلانا: کھانا کھلانے کیلئے کھانے والے کا فقیر اور فاقہ کش ہونا ہی شرط نہیں ہے، بلکہ ہر کسی شخص کو کھانا کھلانا بھی اس میں شامل ہے۔

☆ صوم رکھنے والوں کو افطار کرانا: اس کام کی بڑی فضیلت وارد ہے، رسول گرامی ﷺ نے فرمایا:"جس نے صائم کو افطار کرایا، اسے اسی کی طرح اجر وثواب ملے گا، اور صائم کے ثواب میں کسی قسم کی کمی بھی نہ ہوگی"(احمد، نسائی، صحیح الترغیب:۱۰۷۸)۔

۵-عمرہ:

عمرہ کرنا یوں بھی ایک افضل عمل ہے، لیکن رمضان میں عمرہ کا ثواب اور بڑھ جاتا ہے، آپ ﷺ نے رمضان میں اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: "**عمرة في رمضان تعدل حجة**" (متفق علیہ) "رمضان کا عمرہ حج کے برابر ہے"، اور ایک روایت میں ہے:"**حجةً معي**"، "میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

۶-شب قدر کی تلاش وجستجو:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:{ **إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ، وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ، لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ**}[القدر : ۱-۳] "بیشک ہم نے اسے (قرآن مجید کو) شب قدر میں اتارا ہے، اور آپ کو کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے"۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "**من قام ليلة القدر إيماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه**"، (متفق علیہ)"جو شخص ایمان کے ساتھ، اجر وثواب کی نیت سے لیلۃ القدر میں قیام کرتا ہے اسکے گذشتہ تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں"۔

شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک ہے (بخاری) شب قدر میں پڑھی جانے والی مسنون دعاء یہ ہے: "**اللهم إنک عفو تحب العفو فاعف عني**" (احمد، ترمذی وصححہ) "اے اللہ! بیشک تو بڑا معاف فرمانے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے، تو مجھے معاف فرمادے"۔

۷-ذکر اور دعا واستغفار:

رمضان المبارک کی لیل ونہار کی ساعتیں اور اس کا ایک ایک لحہ اہل ایمان کیلئے نعمت ہے، لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ انہیں غنیمت جانتے ہوئے کثرت سے ذکر واذکار اور دعا واستغفار میں مشغول رہیں بالخصوص ان اوقات میں جو قبولیت دعا کے اوقات ہیں، مثلاً:

۱-افطار کے وقت، کیونکہ اس وقت دعا رد نہیں ہوتی۔

۲- رات کے آخری تہائی حصہ میں، جبکہ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ ۳- سحر کے وقت۔

۴- جمعہ کے روز، بالخصوص عصر کے بعد۔

۵- اذان اور اقامت کے درمیان۔ ۶- سجدوں میں۔

۸-اعتکاف:

رمضان کے آخری عشرہ میں ایک خاص عبادت اعتکاف بھی ہے، جس کے معنی ہیں عبادت کی غرض سے اخری عشرہ میں مسجد کو لازم پکڑ لینا، رسول اللہ ﷺ ہر سال دس دن اعتکاف فرماتے تھے لیکن جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا، (بخاری)

اعتکاف کی حالت میں بیوی سے مباشرت کرنا حرام ہے،

اسی طرح معتکف کو چاہیئے کہ ان ایام میں کثرت سے عبادت میں مصروف ہو کر لایعنی چیزوں سے اجتناب کرے۔

صیام کے آداب اور احکام ومسائل:

صیام کے بعض ضروری آداب اور احکام ومسائل درج ذیل ہیں:

۱۔ رمضان کا چاند دیکھ کر صوم شروع کرنا چاہیئے اور دیکھ کر ہی افطار کرنا چاہیئے۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: "چاند دیکھ کر ہی صوم شروع کرو، اور چاند دیکھ کر ہی افطار (رمضان ختم کرنا) کرو، اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو مہینوں کی تعداد مکمل کرو" (متفق علیہ)

۲۔ صیام رمضان یا دیگر واجب صیام کیلئے طلوع فجر سے قبل نیت کرنا واجب ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "**من لم یجمع الصیام قبل الفجر فلا صیام له**" (صحیح ابوداؤد:۲۱۱۸) "جس نے فجر سے قبل صوم کی نیت نہ کی اس کا صوم نہ ہوگا"۔ نیت دل کے ارادے کا نام ہے اور اس کا محل دل ہے، صوم یا دیگر عبادات کیلئے زبان سے نیت کے الفاظ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں، لہٰذا عوام میں رائج "نویت أن أصوم غداً الخ" وغیرہ کے الفاظ بدعت ہیں مستزاد یہ کہ معنیً بھی غلط ہیں۔

۳۔ سحری: صائمین کیلئے سحری کرنا مستحب ہے، یہ نبی کریم ﷺ کی سنت اور ایک بابرکت چیز ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "سحری کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے، (بخاری)

۴۔ سحری میں تاخیر اور افطار میں جلدی کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، (بیہقی بسند صحیح)، لہٰذا رات ہی میں سحری کر کے سوجانا یا غروب آفتاب کے بعد احتیاط کے نام پر تاخیر کرنا سنت رسول ﷺ کے مخالف عمل ہے۔

۵۔ تازہ کھجور، خشک کھجور یا پانی سے صوم افطار کرنا مسنون ہے۔ (صحیح ابوداؤد)

۶۔ صوم افطار کرنے کے بعد یہ دعا پڑھنی مسنون ہے: "**ذهب الظمأ وابتلت العروق وثبت الأجر إن شاء الله**" یعنی (پیاس بجھ گئی، رگیں تر ہوگئیں، اور اجر بھی ان شاء اللہ ثابت ہوگا) (صحیح ابوداؤد)

۷۔ **صائم کیلئے جائز امور:** - مباشرت کے سبب جنابت کی حالت میں صبح کرنا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: "صبح ہو جاتی جبکہ آپ ﷺ مباشرت کے سبب جنبی ہوتے، پھر آپ غسل کر کے صوم رکھتے" (متفق علیہ)

- مسواک کرنا (خشک ہو یا تر، زوال سے قبل ہو یا زوال کے بعد)، (متفق علیہ)
- کلی کرنا، ناک میں پانی چڑھانا، (البتہ مبالغہ کرنا ممنوع ہے) (صحیح ابوداؤد)
- بیوی کو بوسہ دینا، یا بغلگیر ہونا، بشرطیکہ اپنے نفس پر کنٹرول اور قابو ہو، اگر مباشرت کر لینے کا اندیشہ ہو تو جائز نہیں۔ (متفق علیہ)
- انجکشن لگوانا یا دانت اکھڑوانا، بشرطیکہ انجکشن غذا پہونچانے والا نہ ہو۔
- کھانا چکھ لینا، بشرطیکہ حلق میں نہ اترے۔ (متفق علیہ)
- سرمہ لگانا، آنکھوں میں دوا ڈالنا، بھول کر کھانا یا پینا۔ (بخاری)

۸۔ صوم کو باطل کر دینے والے امور:

- عمداً وقصداً کھانا پینا۔ (متفق علیہ)
- عمداً قے کرنا، البتہ از خود قے آنے سے صوم متاثر نہیں

ہوتا۔(صحیح ابوداؤد)

- بیوی سے ہمبستری کرنا، اس عمل سے صوم فاسد ہوجائے گا اور اس کی قضا اور کفارہ واجب ہوگا۔ کفارہ یہ ہے: ایک غلام آزاد کرنا، اگر نہ ملے تو دو ماہ کے مسلسل صوم رکھنا، اور اگر استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔(متفق علیہ)

- (برائے خواتین) حیض یا نفاس کا خون آنا، (ایسی حالت میں صوم چھوڑنا اور اس کی قضا کرنا ضروری ہے۔(بخاری)

- کسی بھی طرح سے قصداً منی خارج کرنا، البتہ احتلام صوم پر اثر انداز نہیں ہوتا۔

۹- عذر کے مسائل: - مسافر کیلئے صوم رکھنا اور ترک کرنا دونوں جائز ہے۔(متفق علیہ) صوم ترک کرنے کی صورت میں بعد میں اس کی قضا ضروری ہے،(البقرۃ:۱۸۴)۔

- دودھ پلانے والی اور حاملہ عورتوں کیلئے صوم ترک کرنے کی رخصت ہے، البتہ بعد میں اس کی قضا ضروری ہے۔(صحیح سنن الترمذی، 1/382، وصحیح النسائی، 2/135، وصحیح سنن أبی داود، 2/71)

- بوڑھوں اور ایسے مریضوں کیلئے جن کو شفایابی کی امید نہ ہو، انہیں صوم رکھنے کے بجائے فدیہ ادا کرنے کی رخصت ہے، اور ان پر قضا نہیں ہے، ایک دن کا فدیہ ایک مسکین کو (نصف صاع) کھانا کھلانا ہے۔(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، حدیث 4505۔ والاجماع از ابن المنذر، ص60۔)

زکاۃ الفطر:

زکاۃ الفطر ہر مسلمان پر فرض ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: " فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعاً مِنْ تَمرٍ أَوْ صَاعاً مِنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحرِّ وَالذَّكَرِ وَالأُنْثٰى وَالصَّغِيْرِ وَ الْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ، وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ"۔

"رسول اللہ ﷺ نے زکاۃ الفطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو غلام، آزاد، مرد، عورت، چھوٹے بڑے ہر مسلمان پر فرض قرار دیا ہے، اور حکم فرمایا ہے کہ اسے لوگوں کے صلاۃ عید کیلئے نکلنے سے قبل ہی ادا کردیا جائے"۔(بخاری)

زکاۃ الفطر سے متعلقہ احکام ومسائل درج ذیل ہیں:

۱- زکاۃ الفطر کا مقصد صوم کی حالت میں سرزد ہونے والی غلطیوں سے پاکی اور عید کی خوشی میں غرباء ومساکین کیلئے خوراک کی فراہمی ہے۔

۲- زکاۃ الفطر کیلئے صاحب نصاب ہونا ضروری نہیں، جس شخص کے پاس ایک دن کا خرچ موجود ہے اس پر زکاۃ الفطر ادا کرنا فرض ہے۔

۳- زکاۃ الفطر کی مقدار شہر میں رائج غلہ کا ایک صاع (تقریباً ڈھائی سے پونے تین کلوگرام) ہے۔

۴- زکاۃ الفطر شہر میں رائج غلے سے ہی نکالنا ضروری ہے، نقدی روپے یا کوئی اور چیز زکاۃ الفطر میں نکالنا جائز نہیں ہے۔

۵- زکاۃ الفطر کے مستحقین وہ آٹھ قسم کے لوگ ہیں جو زکاۃ کے مستحق ہیں۔

۶- زکاۃ الفطر کی ادائیگی کا اصل وقت صلاۃِ عید کیلئے نکلنے سے پہلے ہے، البتہ عید سے ایک یا دو روز قبل ادا کردینا بھی جائز ہے، بلا عذر صلاۃِ عید کے بعد ادا کرنے سے زکاۃ الفطر ادا نہیں ہوتا بلکہ عام صدقہ شمار ہوتا ہے۔

۷۔ زکاۃ الفطر میں گھٹیا مال نکالنا جائز نہیں۔(سورۂ بقرہ: ۲۶۷)

۸۔ زکاۃ الفطر ہر شخص کو اپنی اور اپنے تمام ماتحت لوگوں کی طرف سے ادا کرنا ضروری ہے، حتی کہ غلاموں اور عید کی صبح پیدا ہونے والے نومولود کی طرف سے بھی ادا کرنا چاہیئے۔

عید الفطر اور صلاۃ عید کے مسائل:

صلاۃ عیدین سنت مؤکدہ ہے۔ صلاۃ عیدین کی مشروعیت ۱ھ میں ہوئی۔

عید الفطر سے متعلقہ احکام ومسائل حسب ذیل ہیں:

☆ عید کے روز غسل کرنا ،حسب استطاعت نئے، خوبصورت اور صاف ستھرے کپڑے پہننا مسنون ہے۔

☆ عید الفطر میں عید گاہ جانے سے پہلے طاق عدد (۳، ۵، ۷، وغیرہ) کھجوریں کھانا سنت ہے۔

☆ عید کی رات غروب آفتاب سے لے کر عید گاہ پہونچنے تک ، بلند آواز سے تکبیریں پکارنا سنت ہے، البتہ عورتیں پست آواز میں تکبیریں کہیں گی۔

تنبیہ: ہر شخص تنہا تنہا تکبیر پکارے گا، اجتماعی تکبیر بلند کرنا بدعت ہے۔

☆ صلاۃ عید کھلے میدان ،عید گاہ میں پڑھنا افضل ہے، تاہم مسجد میں بھی جائز ہے۔

☆ عید گاہ پیدل جانا، اور ایک راستے سے جا کر دوسرے راستے سے واپس آنا (راستہ بدلنا) سنت ہے۔

☆ صلاۃ عید الفطر عید الاضحیٰ کے بہ نسبت جلدی ادا کرنی چاہیئے۔

☆ صلاۃ عیدین میں اذان ہے نہ اقامت، نہ اس سے قبل کوئی سنت، نفل یا تحیہ ہے نہ اس کے بعد۔

☆ عید کی دو رکعتیں ہیں، پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہی جائیں گی۔

☆ قراءت جہری کرنا، نیز سورہ ق اور سورہ قمر یا سورہ اعلیٰ اور سورہ غاشیہ کی تلاوت کرنا مسنون ہے، البتہ اس کے علاوہ بھی جائز ہے۔

☆ صلاۃ عیدین میں مرد، عورتیں اور بچے سب حاضر ہوں گے، عورت اگر ایام ماہواری میں ہے، تو بھی اسے عید گاہ آنے کی تاکید ہے، صلاۃ عید نہ پڑھے گی لیکن مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہوگی۔

☆ خطبہ صلاۃِ عید کے بعد ہوگا۔

☆ اگر جمعہ اور عید ایک دن جمع ہوجائیں تو صلاۃ عید پڑھنے والے پر جمعہ فرض نہیں ہے، تاہم پڑھ لینا افضل ہے، اور اگر جمعہ نہیں پڑھا تو اس کی جگہ ظہر ادا کرے گا۔

☆ اگر صلاۃ عید فوت ہوجائے تو اس کی قضا کرنی چاہیئے۔

☆ عید کا دن خوشی اور مسرت کا دن ہے، لہٰذا اس میں جائز قسم کے اسلامی تاریخی اشعار، اور اسی طرح سے گیت وغیرہ گانا جائز ہے۔ البتہ موجودہ دور کے گانے بجانے، سارنگیاں اور رقص وسرود حرام اور ناجائز ہیں۔

☆ عید کے روز ایک دوسرے کو عید کی مبارکبادی دینا اور ''تقبل اللہ منا ومنکم'' وغیرہ کے الفاظ میں تہنئہ پیش کرنا جائز اور مستحب ہے۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین۔

احکام و مسائل

زکاۃ کے مختصر احکام ومسائل

● عنایت اللہ حفیظ اللہ سنابلی

زکاۃ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک تیسرا عظیم رکن ہے جن پر اسلام کی اساس قائم ودائم ہے۔ قرآنِ کریم میں تقریباً بیاسی مقامات پر اقامتِ صلاۃ کے ساتھ ادائیگی زکاۃ کا حکم دیا گیا ہے، اور منکرین زکاۃ یا ادائیگی زکاۃ سے آنا کانی اور اعراض کرنے والوں کے بارے میں شدید وعیدیں وارد ہیں، اس کا منکر مرتد اور اسلام سے خارج ہے، اگر توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ ارتداداً مستحق قتل ہے۔ لیکن بدقسمتی سے اتنی شدید وعیدوں کے باوجود مسلمانوں کا ایک عظیم طبقہ دنیوی حرص وہوس کے غلبہ کے سبب اس اہم فریضہ کی انجام دہی سے لاپروائی کا شکار ہے۔ ذیل میں اس سلسلہ میں کچھ اہم نکات پیش خدمت ہیں۔

زکاۃ کا لغوی وشرعی مفہوم:

زکاۃ کے لغوی معنی: بڑھوتری، زیادتی، اور صفائی کے ہیں، چنانچہ زکاۃ مال میں زیادتی، اور صاحبِ مال کے اجر وثواب میں اضافہ کا سبب، مال کی پاکی اور صاحب مال کے نفس کی بخل و قساوت قلبی اور گناہوں سے طہارت کا باعث ہے۔

شرعی مفہوم: شریعت کی اصطلاح میں زکاۃ نام ہے، سالانہ نصاب میں سے ایک مخصوص حصہ فقراء ومساکین کو دینے کا، بشرطیکہ وہ ہاشمی اور مطلبی نہ ہو۔ (فتح الباری، ۳/۳۰۷)

زکاۃ کی فرضیت:

زکاۃ کی فرضیت کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ ﷺ اور اجماع امت سے ثابت ہے، سورۂ بقرہ کی تین آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: {وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ} [البقرۃ: ۴۳، ۸۳، ۱۱۰] ''صلاۃ قائم کرو اور زکاۃ ادا کرو''۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کیا اور فرمایا: ''أُدْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لاَّ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللَّهِ، فَإِنْ أَطَاعُوْكَ لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْكَ لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ'' (بخاری) ''لوگوں کو پہلے اس بات کی دعوت دو کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ حقیقی نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں، اگر وہ یہ تسلیم کرلیں تو انہیں یہ بتاؤ کہ ہر دن اور رات میں اللہ تعالیٰ نے ان پر پانچ صلوات فرض کی ہیں، اگر یہ بھی مان لیں تو پھر انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے مالوں میں زکاۃ فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لیا جائے گا اور ان کے فقراء میں تقسیم کیا جائے گا''۔

نیز صدیق کائنات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے اوائل میں بعض منافقین کے ادائیگی زکاۃ سے انکار پر ان سے جہاد کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: '' وَاللَّهِ

لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ، وَاللَّهِ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا"۔ (بخاری)

''اللہ کی قسم جو صلاۃ اور زکاۃ کے درمیان فرق کریگا میں اس سے ضرور لڑونگا، کیونکہ زکاۃ مال کا حق ہے، اللہ کی قسم اگر یہ لوگ بکری کا ایک بچہ بھی جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا کرتے تھے مجھے نہ دیں گے تو میں ان سے ضرور جہاد کروں گا''۔

ان آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ سے زکاۃ کی فرضیت کا پتہ چلتا ہے، علاوہ ازیں زکاۃ کی فرضیت پر سلف امت کا اجماع ہے، کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

مانعین زکاۃ کے لئے خطرناک وعیدیں:

قرآن کریم اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مانعین زکاۃ کے سلسلہ میں شدید وعیدیں اور تہدیدات وارد ہوئی ہیں، سورۃ توبہ میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

{ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ، يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ } [التوبة: ۳۵،۳۴] ''اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک سزا کی خوشخبری سنادو، ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی، اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائیگا، اور کہا جائیگا کہ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا، لو اب اپنی سینت کر رکھی ہوئی دولت کا مزہ چکھو''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل روایت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ صُفِحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنَ النَّارِ فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَيُكْوَى بِهَا جَنْبُهُ وَجَبِينُهُ وَظَهْرُهُ كُلَّمَا رُدَّتْ أُعِيدَتْ لَهُ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرَى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ۔۔۔" (بخاری)۔

''جو شخص سونے اور چاندی کا مالک ہو اور اسکی زکاۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس سونے چاندی کی تختیاں بنائی جائیں گی، پھر انہیں جہنم کی آگ میں تپایا جائیگا، پھر ان سے اس کے پہلو، پیشانی اور پشت داغے جائیں گے، جب جب یہ تختیاں گرمانے کیلئے آگ میں لے جائی جائیں گی پھر دوبارہ عذاب کیلئے لائی جائیں گی، اسی طرح سارا دن ہوتا رہیگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے، یہاں تک کہ تمام لوگوں کے فیصلے ہو جائیں گے، پھر وہ اپنا ٹھکانہ جنت کی طرف دیکھے گا یا جہنم کی طرف۔۔۔''۔

حضرت ابو ہریرہ ہی سے مروی دوسری روایت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مَنْ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا {وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ بَلْ

هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ} [آل عمران: ۱۸۰] (بخاری)۔

''جس کو اللہ تعالیٰ نے مال سے نوازا اور اس نے اس کی زکاۃ ادا نہ کی، تو قیامت کے دن اس کا مال گنجا سانپ بن کر جس کی آنکھوں پر دو نقطے ہونگے، اس کے گلے میں لپٹ جائیگا پھر اسکی دونوں باچھیں پکڑ کر کہے گا ''میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں'' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، (ترجمہ) ''جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل (مال ودولت) سے نوازا ہے اور وہ بخیلی سے کام لیتے ہیں اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخل ان کے حق میں بہتر ہے، بلکہ یہ ان کیلئے بہت برا ہے، بخیلی کر کے جمع کیا ہوا یہ مال قیامت کے روز ان کے گلے میں طوق بنا کر پہنایا جائے گا''۔

مذکورہ بالا آیات واحادیث سے زکاۃ کی ادائیگی سے اعراض کرنے یا بخل سے کام لینے والوں کے برے انجام اور ہولناک عذاب کا اندازا کیا جاسکتا ہے۔

زکاۃ کی اہمیت وفضیلت:

زکاۃ کی اہمیت وفضیلت کی وضاحت کیلئے صرف اتنا کافی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے زکاۃ ادا کرنے والے کیلئے ایمان کی شہادت اور جنت کی بشارت دی ہے، اور مانع زکاۃ کو جہنمی قرار دیا ہے، چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ''مَانِعُ الزَّكَاةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي النَّارِ'' (صحیح الترغیب والترہیب للالبانی، ۱/۷۶۰) ''زکاۃ نہ ادا کرنے والا قیامت کے روز جہنم میں ہوگا''۔ نیز مانعین زکاۃ کو اللہ تعالیٰ قحط سالی میں مبتلا کردیتا ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''وَمَا مَنَعَ قَوْمٌ الزَّكَاةَ إِلاَّ ابْتَلاَهُمُ اللّٰهُ بِالسِّنِيْنَ'' (صحیح الترغیب والترہیب للالبانی، ۱/۷۶۱) ''اور جس کسی قوم نے زکاۃ نہ ادا کی اللہ تعالیٰ نے اسے قحط سالی میں مبتلا کردیا''۔

اسی معنی کی ایک دوسری روایت میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''۔۔۔وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ إِلاَّ مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ، وَلَوْلاَ الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا۔۔۔'' (ابن ماجہ، حدیث نمبر ۴۰۱۹) ''اور جنھوں نے بھی اپنے مالوں کی زکاۃ ادا نہ کی، ان پر آسمان سے بارش روک دی گئی، اور اگر مویشی نہ ہوتے تو بارش ہی نہ ہوتی''۔

زکاۃ کے فوائد:

زکاۃ کی ادائیگی میں بے شمار فوائد ومصالح مضمر ہیں جو انسان کے دین واخلاق اور مسلم سماج وسوسائٹی پر مرتب ہوتے ہیں۔

چند اہم فوائد ومصالح درج ذیل ہیں:

☆ زکاۃ کی ادائیگی اسلام کے ایک اہم رکن کی بجا آوری، اور تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے، جس میں انسان کی دنیا وعقبی کی فلاح وکامرانی اور سعادت مندی کا راز پنہاں ہے۔

☆ زکاۃ کی ادائیگی نفس اور مال کی طہارت وپاکی اور مال میں زیادتی اور برکت کا باعث ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: {خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا} [التوبۃ: ۱۰۳] ''اے نبی ﷺ! آپ ان کے اموال سے زکاۃ لیکر انہیں گناہوں سے پاک اور صاف کریں''۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: {وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ} [سبا: ۳۹] ''تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کروگے اللہ اس کا بھرپور بدلہ دیگا اور وہ سب سے بہتر

روزی دینے والا ہے"۔

☆ زکاۃ کی ادائیگی انسان کے اندر جود وسخا، رحم وکرم، محبت وشفقت جیسی اعلیٰ خوبیاں پیدا کرتی ہے۔

☆ زکاۃ کی ادائیگی اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ عظیم اجر وثواب کے استحقاق کی ضامن ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:{ **وَمَآ آتَيْتُمْ مِنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ** } [الروم: ۳۹] "اور جو زکاۃ تم لوگ اللہ کی رضا کیلئے دیتے ہو، اس سے دراصل دینے والے ہی اپنے مال میں اضافہ کرتے ہیں"۔ نیز رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "جو کوئی ایک کھجور کے برابر بھی حلال کمائی سے صدقہ کرے، اور اللہ تعالیٰ حلال ہی قبول کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس حلال کمائی کے صدقہ کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہے، پھر اسے اس شخص کے لئے بڑھاتا رہتا ہے جس طرح تم میں کا کوئی گھوڑے کے بچے کو پالتا ہے، یہاں تک کہ وہ (صدقہ بڑھتے بڑھتے) پہاڑ کے برابر ہوجاتا ہے" (متفق علیہ)۔

☆ زکاۃ کی ادائیگی گناہوں خطاؤں کی معافی کا ذریعہ ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "...**الصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ**..." (الترمذی، ۷/ ۳۹۹/ حدیث ۲۶۱۶، دیکھئے: صحیح الترغیب: ۸۶۶) "صدقہ گناہوں کو ایسے ہی مٹادیتا ہے جیسے پانی آگ کو"۔

☆ زکاۃ کی ادائیگی مال میں برکت اور اضافہ کا سبب ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "**مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ**" (مسلم) "صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا"۔

☆ زکاۃ کی ادائیگی فقیروں، محتاجوں اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے کا ذریعہ اور مسلمانوں کی قوت وسطوت کا سبب ہے۔

☆ زکاۃ کی ادائیگی سے بغض وحسد، کینہ کپٹ اور دشمنی و بغاوت کی دیواریں مسمار ہوتی ہیں اور قربت، مودت ومحبت جیسے ایمان افروز خصائل کی راہیں ہموار ہوتی ہیں۔

اصناف زکاۃ، نصاب اور مقدار ادائیگی:

زکاۃ منجملہ چار اصناف میں فرض ہے۔

(۱) سونے، چاندی اور روپئے، (۲) اموال تجارت، (۳) زمین کی پیداوار، غلے اور میوے جات، (۴) چرنے والے جانور (مویشی)، اونٹ، گائے اور بکری وغیرہ۔

ان تمام اصناف میں متفقہ طور پر زکاۃ فرض ہے، البتہ ہر صنف میں زکاۃ کی فرضیت کیلئے ایک مقررہ نصاب اور کچھ ضروری شرائط ہیں جو درج ذیل ہیں۔

سونے، چاندی کا نصاب:

سونے کا نصاب بیس دینار ہے، زکاۃ کی ادائیگی کی مقدار اڑھائی ((% 1/2 2 فیصد (بیس دینار میں آدھا دینار) ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ: "اللہ کے رسول اللہ ﷺ ہر بیس دینار اور اس سے زیادہ میں سے آدھا دینار، اور ہر چالیس دینار میں سے ایک دینار زکاۃ لیا کرتے تھے" (صحیح ابن ماجہ للالبانی، ۱/ ۱۴۴۸)۔

دینار کا حساب عرب کے لحاظ سے تھا، جسکا موجودہ نصاب (ساڑھے سات تولہ، یا بانوے گرام) ہے۔ لہٰذا، جب کسی شخص کے پاس سونے کی یہ مقدار یا اس سے زیادہ ہوجائے اور اُس پر ایک قمری سال گذر جائے تو اسے چاہیئے کہ اڑھائی فیصد

زکاۃ ادا کرے۔ (دیکھئے: فتاویٰ ابن باز رحمہ اللہ، ۱۴/۹۱)۔

چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے، ادائیگی کی مقدار اڑھائی فیصد یعنی پانچ درہم ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "۔۔۔لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ ۔۔۔" (صحیح بخاری) "پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکاۃ نہیں ہے"۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے، لہٰذا، پانچ اوقیہ کا دوسو درہم ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "میں نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکاۃ تم سے معاف کر دی ہے، لیکن چاندی سے چالیسواں حصہ ادا کرو، ہر چالیس درہم میں ایک درہم کے حساب سے زکاۃ نکالو" (صحیح سنن ابوداود للالبانی، ۱/۱۳۹۰) ۔ چاندی کا نصاب موجودہ پیمانے کے حساب سے ساڑھے باون تولہ یا تقریبا (۶۴۴) گرام ہے۔ (دیکھئے: الزکاۃ فی الاسلام، از سعید القحطانی، ص ۱۳۲)۔

یہ سونے یا چاندی ڈھلے ہوئے ہوں یا غیر ڈھلے ہوئے، زیورات کی شکل میں ہوں یا کسی اور شکل میں، استعمال کیلئے ہوں یا غیر استعمال کیلئے، ہر صورت میں زکاۃ نکالنی واجب ہے۔ زیورات میں زکاۃ کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اسکے ساتھ اسکی لڑکی بھی تھی جس کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے کنگن تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "أَتُعْطِينَ زَكٰوةَ هٰذَا؟" "کیا تم اس کنگن کی زکاۃ دیتی ہو؟" تو اس عورت نے کہا "نہیں"، تو آپ نے فرمایا: "أَيَسُرُّكِ أَنْ يُسَوِّرَكِ اللّٰهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِسِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ؟" "کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بدلے قیامت کے روز تمہیں آگ کے دو کنگن پہنائے؟" یہ سنکر اس عورت نے دونوں کنگن اتار کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے، اور کہا کہ "یہ اللہ اور اسکے رسول کیلئے ہیں"۔ (صحیح سنن ابوداود للالبانی، ۱/۱۳۸۲)۔

یہ اور اس کے علاوہ دیگر عمومی دلیلیں زیورات میں زکاۃ کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں۔

چاندی اور سونے کے حکم میں عصر حاضر میں استعمال ہونے والی کرنسیوں کے کاغذی نقدی نوٹ بھی ہیں، چاہے ان کے نام درہم، دینار، روپے، ڈالر یا جو کچھ بھی ہوں، ان کی بھی زکاۃ نکالنا فرض ہے، ان کا نصاب بھی سونے، چاندی کا نصاب ہی ہے، یعنی جب سونے یا چاندی کے نصاب کی قیمت کے برابر روپے پیسے ہو جائیں اور ان پر مکمل ایک اسلامی (قمری) سال گذر جائے تو اڑھائی فیصد کے حساب سے زکاۃ نکالنا ضروری ہے۔

اموال تجارت کی زکاۃ:

اموال تجارت سے مراد وہ سامان ہیں جنھیں تاجر فروخت کیلئے لاتا ہے۔ ان میں زکاۃ کی صورت یہ ہے کہ تاجر سال کے اخیر میں موجودہ سامانوں کی مجموعی قیمت لگائے، اور اس میں سے ڈھائی فیصد کے حساب سے زکاۃ نکالے، چاہے وہ قیمت خریدی ہوئی قیمت کے برابر ہو یا اس سے کم وبیش ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لہٰذا برائے فروخت چیزیں سامان ہوں، زمینیں ہوں، مکانات ہوں، گاڑیاں ہوں یا کوئی بھی شئے ہو سب کا یہی حکم ہے۔ البتہ جو چیزیں برائے فروخت نہیں، بلکہ استعمال کیلئے ہیں، ان میں زکاۃ نہیں ہے، بلکہ ان کے منافع میں زکاۃ ہے۔

اموال تجارت کی زکاۃ پر امت کا اجماع ہے۔ (دیکھئے:

الاجماع لابن المنذر، ص ۵۷، والتمہید لابن عبد البر، ۱۷/ ۱۲۹، و المغنی لابن قدامہ، ۴/ ۲۴۸، والمجموع للنووی، ۶/ ۴۷، ومجموع فتاوی ابن تیمیہ، ۲۵/ ۱۵، ونیل الاوطار للشوکانی، ۴/ ۱۶۳، وفتاوی ابن عثیمین، ۱۸/ ۲۰۵، وغیرہ)۔

غلے اور پھلوں کی زکاۃ:

زمین کی پیداوار، غلہ اور پھلوں کا نصاب پانچ وسق (یعنی موجودہ پیمانے کے حساب سے، ۷۲۵ کلوگرام) ہے، (بخاری) ادائیگی کی مقدار میں تفصیل ہے، اگر کھیتوں اور باغوں کی سینچائی بغیر کسی مشقت کے ہوئی ہو مثلاً، بارش، نہر یا خود رو پانی سے، تو اس میں نصاب کا دسواں حصہ ادا کرنا ہوگا، اور اگر سینچائی میں مشقت ہوئی مثلاً، مشینوں، ٹیوب ویل یا اور کسی آلہ زراعت سے ہوئی ہو تو اس میں نصاب کا بیسواں حصہ ادا کرنا واجب ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَ الْعُيُوْنُ أَوْكَانَ عَثَرِياً الْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بِالنَّضحِ نِصْفُ الْعُشْرِ" (بخاری) "جو زمین بارش یا چشمے سے سیراب ہو، یا خود ہی تر و تازہ ہو اس کی پیداوار میں دسواں حصہ زکاۃ ہے اور جس کو کنوے کے ذریعہ پانی دیا جائے اس میں بیسواں حصہ زکاۃ ہے"۔

لہٰذا، جب پھل پک کر کھانے کے لائق ہو جائیں اور اناج کے دانے سخت ہو جائیں تو صاحب نصاب کو چاہیئے کہ اچھی نوعیت کا انتخاب کر کے زکاۃ نکالے، سونے چاندی وغیرہ کی طرح اناج اور پھلوں کی زکاۃ میں سال کا گذرنا شرط نہیں ہے، کٹائی کے بعد ہی زکاۃ فرض ہے۔

تنبیہ: کھجور اور انگور کا حکم عام غلوں اور پھلوں سے مستثنیٰ ہے، چنانچہ ان کی زکاۃ وزن سے نہیں بلکہ خرص (کھجور یا انگور کے پکنے کے بعد کٹائی سے پہلے زراعت کے ماہر کا اندازہ لگانا کہ خشک ہونے کے بعد کتنا بچے گا) کی ذریعہ ادا کی جاتی ہے۔

مویشیوں کی زکاۃ:

احادیث رسول ﷺ میں تین قسم کے جانوروں میں زکاۃ کی فرضیت ثابت ہے، اونٹ، گائے اور بکری۔

مویشیوں میں زکاۃ کی فرضیت کیلئے تین شرطیں ہیں: (۱) تعداد نصاب تک پہنچے۔ (۲) اُن پر ایک قمری سال گذرے۔ (۳) مویشی سائمہ (چرنے والے) ہوں۔

اونٹ کا نصاب:

پانچ سے کم اونٹوں پر کوئی زکاۃ نہیں۔ پانچ ہو جائیں اور ان پر سال گذر جائے تو ایک بکری زکاۃ دی جائے، اس طرح چوبیس تک، ہر پانچ میں ایک بکری کا اضافہ کیا جائے۔

گائے کا نصاب:

تیس سے کم گایوں پر کوئی زکاۃ نہیں، تیس گایوں پر ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی زکاۃ میں دی جائے، اس طرح چالیس گایوں پر دو سال کا بچھڑا یا بچھڑی زکاۃ میں دیجائے۔

بکری کا نصاب:

چالیس سے کم بکریوں میں کوئی زکاۃ نہیں، چالیس سے لیکر (۱۲۰) بکریوں تک ایک بکری زکاۃ ہے۔

تنبیہ: مویشیوں میں زکاۃ کی مزید تفصیلات کتب احادیث میں مذکور ہیں، اختصار کی غرض سے ترک کی جا رہی ہیں۔

مصارف زکاۃ:

مصارف زکاۃ سے مراد وہ افراد ہیں جن میں زکاۃ کی رقمیں یا دیگر اموال صرف کئے جاتے ہیں۔ یہ آٹھ قسم کے لوگ ہیں جن کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: {إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللهِ وَاللهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ} [التوبة:٦٠] ''بیشک زکاتیں صرف فقیروں، مسکینوں، اُن کی وصولی کرنے والوں، تالیف قلوب کی ضرورتوں، غلاموں کی آزادی، قرض داروں، اللہ کی راہ میں، مسافروں کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہیں، اور اللہ علم و حکمت والا ہے''۔

۱،۲۔ فقراء ومساکین: فقیر اور مسکین دراصل قریب المعنی ہیں، یعنی وہ لوگ جن کے پاس کفاف (سامان گذارہ) نہ ہو، البتہ مسکین کی تعریف کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسکین وہ نہیں ہے جو ایک ایک دو دو کھجور یا ایک ایک دو دو لقمہ کیلئے در بدر پھرتا رہے، مسکین وہ ہے جو سوال سے بچتا ہے'' (صحیح البخاری)۔

۳۔ زکاۃ کی وصولی کرنے والے: ان سے مراد اسلامی حکومت کے وہ اہلکاران ہیں جو زکاۃ کی وصولی کرنے، مستحقین تک پہنچانے اور اس کے حساب وکتاب پر مامور ہوں۔

۴۔ تالیف قلوب کیلئے: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں اور ان کے دلوں کو اسلام پر جمانا مطلوب ہے، اسی طرح وہ غیر مسلمین جو اسلام کی طرف مائل ہوں، یا وہ لوگ جن کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کو کسی فتنہ وفساد سے تحفظ کی امید ہو، ان تمام لوگوں کو مذکورہ مقاصد کیلئے زکاۃ کی رقم دی جاسکتی ہے۔

۵۔ غلاموں کی آزادی کیلئے: یعنی وہ غلام جن کی آزادی کسی مقررہ رقم کی ادائیگی پر موقوف ہو، اسی طرح اس مصرف میں مطلقاً غلاموں کو خرید کر آزاد کرانا نیز ان مسلمان قیدیوں کو جو کفار کے ظلم وبربریت کی پاداش میں قید وبند سے دوچار ہوں، آزاد کرانا وغیرہ شامل ہے۔

۶۔ قرض داران: معاشرہ کے وہ مقروض افراد جو اپنے اہل وعیال کے نان ونفقہ کی فراہمی کے نتیجہ میں قرض کے زیر بار ہو گئے ہوں، اسی طرح وہ ضمانت دار جنھوں نے کسی کا ذمہ لیا ہو، یا وہ جو کسی آفت سماوی وغیرہ کے نتیجہ میں کاروبار سے ہاتھ دھو بیٹھا ہو اور قرضدار ہو گیا ہو اور ادائیگی کی استطاعت نہ ہو، وغیرہ اس مصرف میں شامل ہیں۔

۷۔ فی سبیل اللہ: اس سے مراد اللہ کے راستہ میں جہاد ہے، یعنی جنگی سامان، آلات، ہتھیار وغیرہ خریدنے کی غرض سے، اسی طرح مجاہدین کی ضرورت، ان کے رہنے سہنے کیلئے کیمپوں اور چھاؤنی وغیرہ کے انتظامات میں زکاۃ کا استعمال کیا جائے۔

فی سبیل اللہ میں شرعی تعلیم کا حصول بھی شامل ہے، لہٰذا، طلبہ علم شریعت کیلئے حسب ضرورت کتابوں اور دیگر اشیاء کی فراہمی میں بھی زکاۃ کا استعمال جائز ہے۔

۸۔ مسافر: یعنی اگر کوئی مسافر اپنے سفر میں کسی پریشانی کے سبب امداد کا مستحق ہو گیا ہو، چاہے وہ اپنے وطن میں صاحب ثروت وحیثیت ہی کیوں نہ ہو، اس پر زکاۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے۔

☆☆☆

آئینۂ جماعت

جماعتی سرگرمیاں

● دفتر صوبائی جمعیت

تاریخ 4/اپریل 2015 بروز ہفتہ بعد نماز عصر تا دس بجے شب

بمقام: مدرسہ دارالسلام ومسجد اہل حدیث ٹرسٹ وائرلیس روڈ نیو 120/فٹ روڈ نیئر کریٹی کیئر ہاسپٹل اندھیری (ویسٹ)

ضلعی جمعیت اہل حدیث نارتھ ویسٹ کا یک روزہ اجلاس عام منعقد کیا گیا۔

صدارت: فضیلۃ الشیخ سعید احمد بستوی/حفظہ اللہ نے فرمائی۔

نظامت: فضیلۃ الشیخ محمد ایوب اثری/حفظہ اللہ (نائب امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث نارتھ ویسٹ ممبئی) نے کی۔

خطباء کرام:

فضیلۃ الشیخ عبدالحکیم مدنی/حفظہ اللہ (استاذ حدیث جامعہ رحمانیہ کاندیولی ممبئی) (امر بالمعروف والنہی عن المنکر کا اہتمام) آپ نے اپنے خطاب میں امر بالمعروف والنہی عن المنکر کے تعلق سے: **من رأى منكم منكرا فليغيره بيده** -الخ۔ سماج ومعاشرہ میں پھیلے منکرات کی وضاحت کی اور انتہائی پرمغز خطاب فرمایا۔

فضیلۃ الشیخ محمد عاطف سنابلی/حفظہ اللہ (امام وخطیب جامع مسجد اہل حدیث خیرانی روڈ ساکی ناکہ ممبئی) (اتفاق واتحاد کی برکت) قرآن وسنت واحادیث مبارکہ کی روشنی میں تفصیلی خطاب کیا اور امت کو اتحاد واتفاق سے رہنے کی تلقین فرمائی اور مثالوں کے ذریعہ عوام کو سمجھایا۔

فضیلۃ الشیخ اسلم صیاد سلفی/حفظہ اللہ (نائب امام وخطیب جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ ممبئی) (قرض کی حیثیت اور ہمارا سماج) قرض کی حیثیت اور ہمارا سماج اگر کوئی ذمہ دار مقروض ہوکر مرگیا تو اس کی اولاد کو چاہئے کہ اس کا قرض ادا کرے ورنہ اگر وہ مستحق جنت ہے تو معلق کردیا جائے گا جب تک قرض ادا نہ ہو۔

فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالرحمن سلفی/حفظہ اللہ (امام وخطیب مسجد اہل حدیث جامعۃ الرشاد، کرلا) (فکر آخرت) آپ نے فکر آخرت کے تعلق سے فرمایا دنیا بے ثبات ہے اس لئے آدمی کو چاہئے کہ اخروی زندگی کو کامیاب بنانے میں لگا رہے جو ہمیشہ ہمیش کے لئے ہے۔

صدارتی خطاب: نوجوانوں کی بے راہ روی اسباب وعلاج۔ صدارتی خطاب میں نوجوانوں کی بے راہ روی اسباب وعلاج کے تعلق سے کہا گیا کہ ہر نوجوان اپنا محاسبہ کرے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ قرآن نے ذکر کیا فرمایا: **فتى يذكرهم يقال له ابراهيم**۔ ایک نوجوان ہے جسے ابراہیم کہتے ہیں اس نے ہمارے اصنام کو توڑا ہے غسیل الملائکۃ حضرت حنظلہؓ کا واقعہ ہمارے نوجوانوں کے لئے باعث عبرت ہے۔ ہمارے نوجوانوں کو چاہئے کہ صحابہ کرام کے اسوہ کو سامنے رکھیں اور اسی روشنی میں اپنی جوانی کے ایام گزاریں، اللہ ہر نوجوان کو دین کی سمجھ دے۔

ناظم اجلاس کے تشکر ودعا کے ساتھ ۱۰/بجے شب اختتام کا

اعلان کیا گیا۔

مسجد ومدرسہ تعلیم الدین حسن امیر چال لال ٹانکی قریش نگر کرلا (ایسٹ) میں عظیم الشان اجلاس عام ۱۲/اپریل ۲۰۱۵ء بروز اتوار بعد نماز عصر تادس بجے شب منعقد کیا گیا۔

صدارت فضیلۃ الشیخ جمیل احمد سلفی رحفظہ اللہ (امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث نارتھ سینٹرل، ممبئی) نے فرمائی۔

نظامت کے فرائض فضیلۃ الشیخ سعید احمد بستوی رحفظہ اللہ (نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی) نے انجام دیئے۔

تلاوت حافظ جاوید رحمانی استاذ مسجد ومدرسہ تعلیم الدین قریش نگر کرلا نے فرمائی۔

پہلا خطاب: فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر فضل الرحمن ازھری (استاذ اسلامک انٹرنیشنل اسکول) سیرتِ ابوبکر صدیقؓ پر خطاب فرمایا، آپ نے اس بات کو مدلل کیا اور سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کی وضاحت کی اگر کوئی شخصیت صحابہ کے درمیان متفق علیہ تھی وہ صرف اور صرف ابوبکر صدیقؓ کی ذات گرامی تھی، دوسرا کوئی نہیں تھا۔

دوسرا خطاب: فضیلۃ الشیخ قاری شاہد صاحب (اثری امام وخطیب گلی نمبر ۱۳/کرلا) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق خواتین کے ساتھ : **واذابشراحدھم باالانثی ظل وجھہ مسودا وھوکظیم** ۔کی وضاحت فرمائی نیز زمانہ جاہلیت کے واقعات کا ذکر کیا اور خواتین کو میراث میں حصہ نہ دینے کی وعید بھی سنائی اور ماں، بہن، بیٹی، بیوی کی حیثیت سے کس سے کیا سلوک کرنا ہے تسلسل کے ساتھ خطاب فرمایا۔جزاکم اللہ

بعد صلاۃ مغرب: فضیلۃ الشیخ محمد ارشد سکراوی صاحب (ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث کوسہ،ممبرا) آپ نے تربیت اولاد کے تعلق سے : **یاایھا الذین امنوقوا انفسکم واھلیکم نارا** ۔الخ ۔ایک آدمی کے لئے اس کی اولاد بہترین صدقہ جاریہ ہے اس سے بہتر صدقہ جاریہ اور کیا ہوسکتا ہے حسن تربیت کا بدلہ دنیا میں بھی پائے گا اور آخرت میں بھی۔

فضیلۃ الشیخ محمد مصطفی اجمل مدنی (استاذ جامعہ اسلامیہ نور باغ کوسہ،ممبرا) اسلام کا پیغام نوجوانوں کے نام، آپ نے بچپن، جوانی، ادھیڑ عمر اور بڑھاپے کی وضاحت فرمائی نیز جوانوں کو عبادت گذار تقویٰ شعار رہنے کی نصیحت فرمائی، آپ نے فرمایا سلف صالحین نے جوانی کے ایک ایک لمحے کو اللہ کی عبادت میں لگادیا آپ نے فرمایا جنتی جنت میں ہمیشہ جوان رہیں گے بوڑھے نہیں ہوں گے۔اصحاب کہف کا واقعہ بھی آپ نے ذکر فرمایا اور موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کا تذکرہ بھی فرمایا آپ نے تفصیلی خطاب کیا۔

ناظم اجلاس فضیلۃ الشیخ سعید احمد بستوی نے منشیات کے تعلق سے فرمایا کہ ہر نشہ آور شئے حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر شراب ام الخبائث ہے نوجوانوں میں جو یہ بری لت پائی جارہی ہے سرپرست اور مربی حضرات کو چاہئے کہ اپنے بچوں کی صحیح تربیت کریں اور ان پر نگاہ رکھ کر محاسبہ کریں کہ ہمارا لڑکا کسی کی غلط صحبت میں تو نہیں رہ رہا ہے۔سماج ومعاشرہ کے سامنے آج یہ وبا ایک چیلنج بنی ہوئی ہے۔اس سے نپٹنے کے لئے امت کو تیار رہنا چاہئے اور ملت کو اس کے سود وزیاں کا احساس کرنا چاہئے۔

بعد ازاں ۱۰/بجے رات اجلاس کے اختتام کا اعلان دعائیہ کلمات وتشکر کے ساتھ کیا گیا، جملہ حاضرین کو ضیافت کے ساتھ رخصت کیا گیا۔**جزاک اللہ بالخیر۔**

۱۹/اپریل ۲۰۱۵ء بروز اتوار بعد نماز مغرب تادس بجے شب مسجد اہل حدیث اپادھیا نگر اندھیری (ویسٹ) میں ضلعی جمعیت اہل حدیث نارتھ (ویسٹ) کا اجتماع منعقد کیا گیا۔جس کی

صدارت فضیلۃ الشیخ سعید احمد بستوی رحفظہ اللہ نے فرمائی۔

نظامت کے فرائض محمد ایوب اثری رحفظہ اللہ نے ادا کئے۔

خطیب وامام فضیلۃ الشیخ محمد اقبال عالیاوی رحفظہ اللہ کی تلاوت کلام پاک سے اس اجتماع کا آغاز ہوا۔

فضیلۃ الشیخ محمد ایوب اثری رحفظہ اللہ نے خوشگوار زندگی کے رہنما اصول پر خطاب فرمایا، آپ نے اصول پسندی دین داری، تقویٰ شعاری اپنانے کی نصیحت کی اور اس پر کار بند رہنے سے آدمی کی زندگی خوشگوار گذرتی ہے۔

فضیلۃ الشیخ محمد عاطف سنابلی رحفظہ اللہ (امام وخطیب جامع مسجد اہل حدیث خیرانی روڈ ساکی ناکہ) نے امر بالمعروف والنھی عن المنکر کے عنوان سے خطاب فرمایا آپ نے **کنتم خیرامة اخرجت للناس الخ۔** کے ذریعہ عوام کو امر بالمعروف والنھی عن المنکر کی تلقین فرمائی مختلف مثالوں کے ذریعہ وضاحت کی آپ نے فرمایا کسی محلے کے مکین ہیں اور وہاں باہر گندگی کا انبار ہے آپ ان گندگی ڈالنے والوں کو نہیں روکتے ہیں، اور آپ کا گھر صاف ستھرا ہے اس کے باوجود جب وبا یا بیماری پھیلے گی تو آپ باوجود صاف ماحول میں رہنے کے اس بیماری سے بچ نہیں سکتے اس لئے امر بالمعروف والنھی عن المنکر کا اہتمام انتہائی ضروری ہے۔

صدارتی خطاب فضیلۃ الشیخ سعید احمد بستوی رحفظہ اللہ نے **وجئ یومئذ بجھنم ۔الخ** ۔عذاب قبر کے تعلق سے وضاحت فرمائی، اثبات عذاب قبر پر روشنی ڈالی اور جہنم کی ہولنا کی کا ذکر فرمایا۔مہمانوں کی ضیافت کے ساتھ ۱۰ر بجے اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا ماہانہ اجلاس عام

مورخہ: ۳ر مئی ۲۰۱۵ء بروز اتوار بعد نماز عصر تا ۱۰ر بجے شب

بمقام: جامع مسجد اہل حدیث مرول گاؤں اندھیری (ایسٹ) ممبئی۔

صدارت: فضیلۃ الشیخ سعید احمد بستوی رحفظہ اللہ (نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

نظامت: فضیلۃ الشیخ مولانا محمد اقبال مفتاحی رحفظہ اللہ (امام وخطیب جامع مسجد اہل حدیث مرول گاؤں)

خطباء اجلاس:

فضیلۃ الشیخ انصار زبیر محمدی رحفظہ اللہ (اسلام ہی اللہ کا پسندیدہ دین ہے)

فضیلۃ الاخ ابوزید ضمیر رحفظہ اللہ (نوجوانان اسلام کی ذمہ داریاں (موجودہ حالات کے تناظر میں))

فضیلۃ الاخ محمد نجیب بقالی رحفظہ اللہ (اسلامی نکاح اور ہمارا سماج) جملہ خطباء کرام نے کتاب وسنت کی روشنی میں مضامین کی وضاحت فرمائی۔

کثیر تعداد میں مرد وخواتین شریک اجلاس ہوئے۔

مسجد اہل حدیث سیلیش نگر ممبرا اسٹیشن

۳۱ر مئی ۲۰۱۵ء بروز اتوار بعد نماز عصر تا عشاء

بمقام: مسجد اہل حدیث سیلیش نگر ممبرا اسٹیشن (ممبرا)

صدارت: فضیلۃ الشیخ عبد السلام سلفی

نظامت: مولانا محمد فاروق صاحب عمری صاحب

خطباء اجتماع: فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ مدنی صاحب

(ماہ شعبان کے مسنون اعمال اور مروجہ بدعتیں) پر خطاب کیا۔

فضیلۃ الشیخ ارشد سکراوی صاحب

(قرآن کی عظمت اور اس کے حقوق) پر خطاب کیا۔

کثیر تعداد میں لوگ شریک اجلاس ہوئے۔

☆☆☆

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
June - July 2015

صوبائی جمعیت کی سرگرمیاں

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمد للہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کر رہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

- ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- ہر ماہ الجماعۃ کی اشاعت۔
- مفت کتابوں کی تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- دعاۃ کی تربیت کا اہتمام وغیرہ۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاهم الله خيراً

Published By
SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna wala Compound, Opp. Best Bus Depot. L.B.S. Marg Kurla (W) Mumbai-70
Phone : 02226520077 / Fax: 02226520066
Email:ahlehadeesmumbai@hotmail.com